

مُصَنَّف کے دیگر کتب

- [illegible]

212/ROP



علامہ
اقبال

(ترتیب وار)

378
4-99

حصہ اول

یعنی

(علامہ اقبال نے کیا کہا اور کن کن عنوانات کے تحت)

محمد جمیل الدین صدیقی
سپرٹنڈنٹ ہائیکورٹ
اے پی حیدر آباد (ریٹائرڈ)

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

صدیہ

رحمن پبلشرز
525-1-23 منور کالج
بی بی بازار، نزد کوئٹہ علیجاہ، حیدرآباد اے پی

بار اول
یک ہزار
۱۰۰۰

باب اول سے پہلے

خاموشی اور غزلت

گنج خلوت خانہ قدرت ہے کاشانہ میرا (بانگ درا)
 ہر شے میں جب کہ پنہا خاموشی ازل ہے
 ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
 شجر؟ یہ انجمن بے خردش ہے گویا
 تری محفل میں جو خاموشی ہے میرے دل میں ہے
 خاموشی کہتے ہیں جس کہ ہے سخن تصویر کا
 ہاں مگر اب دور سے آتی ہے آواز درد
 یہاں کی زندگی پابندی رسمِ فغاں تک ہے
 وہ درختوں پر تفکر کا سماں چھایا ہوا
 دست گلچیں کی جھنگ میں نہیں دیکھی کبھی
 راز وہ کیا ہے ترے سینے میں مستور ہے
 زمیں پر تو ہوا اور تیری صدا ہوا آسمانوں میں
 یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری
 خاموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں کس کو کوہ کی ادا میں
 دیکھ لے عاقل پیامی بزمِ قدرت کا ہوں میں
 ایسا سکوت جس پر تقصیر یہ بھی قدا ہو
 تاروں کے نالے کو میری صدا دردا ہو
 اس چمن کی خاموشی میں گوش بر آواز ہوں

کہہ رہی ہے خاموشی ہی افسانہ میرا
 یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہے
 خاموشی لے دل بھری محفل میں چلانا نہیں چھا
 مقام کیا ہے سرورِ خاموشی ہے گویا
 میں رہ منزل میں ہوں تو بھی رہ منزل میں ہے
 ناب گویائی نہیں رکھتا ذہن تصویر کا
 غوطہ زن دیا ہے خاموشی میں ہے موج ہوا
 چمن زار محبت میں خاموشی موت ہے بلبل
 وہ خاموشی شام کی جس پر سکھم ہو خدا
 یوں زباں برکت گویا ہے اسکی خاموشی
 سوز بانوں پر بھی خاموشی تجھے منظور ہے
 یہ خاموشی کہاں تک لذت فریاد چیداکر
 یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
 نہیں منت کش تابِ شہیدن داستان میری
 ہے جنوں محکو کہ گھبراتا ہوں آبادی میں
 طعنہ زن ہے ترکہ شیدا گنج غزلت کا ہوں میں
 شور و شہ سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا
 اسی خاموشی میں جائیں اتنے بلند نالے
 ہم وطن شہاد کا قری کا میں ہمراز ہوں

فہرست مضامین

Acc-40
662

- ۱۔ باب اول سے پہلے : خاموشی اور غزلت - حسن
- ۲۔ باب اول : آدم - ابلیس کی صحبت زنداں سے - فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں - روح ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے -
اللہ اور آدم - آدم (انسان)
- ۳۔ باب دوم : عورت
- ۴۔ باب سوم : زمانہ اور تغیرات
- ۵۔ باب چہارم : (۱) لا الہ الا اللہ (۲) لا الہ (۳) توحید
(۴) ذات الہی (۵) اللہ پاک کی پہچان عشق اور دیدار الہی
- ۶۔ باب پنجم : نبوت - وحی - الہام - ایمان - حضر علیہ السلام
- ۷۔ باب ششم : ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام
طلوع اسلام اور عروج اسلام - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان
شب معراج : قصیدہ معراجیہ - حضور رسالت مآب میں - شفا خانہ حجاز
خواب نگاہ مصطفیٰ - اے روح محمد - خواب نگاہ نبی پر - حاجی مدینہ کے رُ
میں - کملی والے سے - حب رسول - شان صحابہؓ - ابو بکر صدیقؓ
مقامات فاسقؓ - حضرت علیؓ اور حضرت خالدؓ - شان علیؓ
حضرت بلالؓ (۱) و (۲) سلیمان فارسیؓ
- ۸۔ باب ہفتم : کافر اور مومن اور اسلام - مقامات اعلیٰ مومن اور مسلمان
- ۹۔ باب ہشتم : آج کا مسلمان اور لا الہ الا اللہ اور توحید
عبادت - اذان - حج - طواف تریانی اور جہاد اور آج کا مسلمان
مسلمانان عالم اور ان کی تباہی و بیماریاں - آواز غیب -
آہ بد زہیب مسلمان - اسلامی ممالک تباہی - اور دیر انیاں
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

مرتا ہوں خاموشی پر یہ آرزو ہے میری
آزاد فکر ہوں غزلت میں دن گزاروں
گھر بنایا ہے سکوت دامن کہار میں
عاشق غزلت ہے دل نازاں ہو پٹنگھر پی
کشتہ غزلت ہوں آبادی میں گھبراہٹوں میں
رلاتی ہے مجھے راتوں کی خاموشی سناؤں کی
یاس و امید کا نظارہ جو دکھلاتی ہو
اس خاموشی اور گویائی کے صدقے جلتے

دامن میں کوہ کے ایک چھوٹا سا جھوپڑا
دنیل کے غم کا دل سے کانٹا نکل گیا ہے
آہ! یہ لذت کہاں موسیقی گفٹار میں
خندہ زن ہوں مسند دار داد اسکندر پہ
شہر سے سودا کی شدت میں نکل جاتا ہوں
نرالم عشق ہے میرا نرالم میرے نالے ہو
جس کی خاموشی سے تقدیر بھی شرماتی ہے
محو شکر بے زبانی ہے زبان اہل در

وضاحت

- ۱۔ کائنات نہ عقلی - خاموشی ہی خاموشی عقلی ... کائنات عالم وجود میں آئی۔
کی تخلیق عمل میں لائی گئی۔ بچل چلی۔ پھر بھی اللہ والوں کو بعد فراغت تکمیل فراغہ
بغرض عبادت اور یاد الہی خاموش پسند ہی اور ہے۔
- ۲۔ خاموشی ہی خاموشی قبل تخلیق کائنات عقلی مگر اللہ پاک کا حسن جلوہ گر تھا اور
کائنات مختلف انداز میں جلوہ افروز اور جلوہ گر ہو گیا۔

حسن

حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب
ن ہو کیا خود سماجب کوئی مائل ہی نہ ہو
میں حسن ہوں کہ عشق سراپا گداز ہوں
حسن تیرا جب ہوا بام فلک سے جلوہ گر
حسن کی بہار تو ہو یہ ایسا جہنم نہیں
حسن کا گنج گرا نما یہ تجھے مل جاتا
میری آنکھوں کو بھالیتا ہے حسن ظاہری
مہر کا پر تو ترے حق میں ہے پیغام اجل

وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خود نکالیں گے ہو
شمع کو جلنے سے کیا مطلب جو محفل ہی نہ ہو
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں
آنکھ سے اڑتا ہے یکدم خواب کی مئے کا اثر
قابل تری نمود کے یہ انجمن نہیں
تو نے فرما دیا کہ کھود اکبھی دیرانہ دل
کم نہیں کچھ تیری نادانی سے نادانی میری
محو کر دیتا ہے مجھ کو جلوہ حسن ازل

لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں (بانگ درا)
 انسان میں وہ سخن ہے غنچے میں وہ پھلک ہے
 زینت تاج سر بانوئے قیصر بن جاتا
 کشش حسن غم ہجر سے افزوں ہو جا
 آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرے میں ہے طوفانِ حسن
 ہر کی ضرورتی شب کی سیہ پوشی میں ہے
 شام کی ظلمت شفق کی گل فردوسی میں ہے یہ
 طفلک نہ آشنا کی کوشش رفتار میں
 نغمے نغمے طائروں کی آشیاں لازی میں ہے
 شہر میں صحرائیں ویرانے میں آبادی میں حسن
 زندگی اس کی مثال ماہی بے آب ہے

حسن قدیم کی یہ پوشیدہ ایک جھلک تھی
 حسن ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
 ہے چکنے میں مزہ حسن کا زبور بن کر
 زر و نصرت کی گھڑی عارض گلگوں ہو جا
 محفل قدرت ہے اک دریائے پایاں حسن
 حسن کو ہستان کی ہیبت ناک خاموشی میں ہے
 آسمان صبح کی آئینہ پوشی میں ہے یہ
 عظمت دیرینہ کے مٹتے ہوئے آثار میں
 ساکنانِ صحن گلشن کی ہم آوازی میں ہے
 چشمہ کہار میں دریا کی آزادی میں حسن
 حسن کے یہ عام جلوے میں بھی یہ ہتیا ہے

نماحت : اللہ پاک کو تخلیق کائنات کا خیال آیا۔ نور محمدی پیدا کیا۔ نور محمدی
 سے کائنات بنی۔ کائنات میں پھیل ہوئی تو محبت سے۔

کائنات میں حبش پیدا ہوئی تو

محبت سے

ستارے آسمان کے بے خبر تھے لذتِ رم سے (بانگ درا)
 نہ تھا واقف ابھی گردش کے آئینِ مسلم سے
 مذاقِ زندگی پوشیدہ تھا بینہائے عالم سے
 ہویدا تھی بگینے کی تمنا چشمِ حاتم سے
 صفا تھی جسکی خاکِ پامیں بڑھکر ساغرِ جم سے
 چھپاتے تھے زشتے جس کو چشمِ روحِ آدم سے

عروسِ شب کی زلفیں تھیں ابھی آشنا غم سے
 قمر اپنے لباسِ نو میں بیگانہ سا لگتا تھا
 ابھی مکانِ ظلمتِ خانے سے ابھی ہی قمرِ دنیا
 کمالِ نظمِ ہستی کی ابھی قمری ابتداءِ سگویا
 سنا ہے عالمِ بالا میں کوئی کیمیا گر تھا
 لکھا تھا عرش کے پائے پر ایک لکیرِ کاسفہ

نگاہیں تاک میں رہتی تھیں لیکن کیا اگر کی
 بڑھ رہا تبسح خوانی کے بہانے عرش کی سجاوٹ
 پھر ایا فکر اجزائے اسے میداں مکان میں
 چمک تارے سے مانگی چاند نے داغ بگرانگ
 ترپ بجلی سے پانی حور سے پاکیزگی پائی
 ذرا اسی پھر ربوبیت سے نشان بے نیازی کی
 پھر ان اجزا کو گھول لا چہرہ حیران کج پائی میں
 مہر س نے یہ پانی ہستی نوخیز پر چھڑکا
 ہوئی جنبش عیاں ذروں نے لطف خواب کو چھوڑا
 وہ اس نسخے کو بڑھ کر چاہتا تھا اکم عطا
 تمنائے دل برائی آخر سعی بیہم
 چھپے گی کیا کوئی شے بارگاہ حق کے خزانے
 اورائی تیر کی تھوڑی سی شب کی زلف برہ
 سزارت لی نفس ہا مسیح ابن مریم
 فلک سے حاجزی افتادگی تقدیر شبنم
 مرکبے محبت نام پایا عرش اعظم
 گرہ گھولی ہنرنے اسکے گویا کار عا
 گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے پسے پسے بہ

حرام نار پایا آفتابوں نے ستاروں نے
 چٹک غنچوں نے پائی داغ پائے لالہ زاروں نے

عروج آدم خاکی سے انجم پہنچ جاتے ہیں
 کہ یہ ٹوٹا ہوا تارِ مہِ کامل نہ بن جاتے

(بالِ جبریل)

آدم

پہلا ازل

وضاحت : بعد تخلیق کائنات اللہ پاک کو آدم کے پیدا کرنے کا نوحہ فرشتوں کے سامنے ذکر فرمایا۔ فرشتوں نے آدم کو پیدا کرنے معروضہ کیا۔ اللہ نے فرمایا "تم نہیں جانتے۔ بہر حال اللہ پاک کا ارادہ غالب رہا اللہ آدم پیدا کرے (دیکھو : سورہ البقرہ)

آدم

طلسم بود و عدم جس کا نام ہے آدم خدا کا راز ہے قادی نہیں ہے جس پہ سخن
زمانہ صبح ازل سے رہا ہے محو سفر مگر یہ اس کی تلک و دوسے ہو سکا نہ کہن
اگر نہ ہو تجھے انجمن تو کھول کر کہہ دوں
وجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن

اے اللہ پاک :

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی ناش کر دیا میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کائنات میں !
میرے نولے شوق سے شور مزم ذات میں ! غلغلہ ہاے الاماں بتکہہ صفات میں !
گرچہ ہے میری جستجو دیر حرم کی نقشبند میری نغاں ہے رستخیز کعبہ و سونات میں
گاہ میری نگاہ تیرے چیز گئی دل وجود
گاہ اچھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

وضاحت : بہر حال آدم کی تخلیق ہوئی۔ اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا ابلیس نے انکار کیا اور مردود ہوا۔ (دیکھو : قرآن مجید سورہ البقرہ)

علامہ اقبال کہتے ہیں :

اے صبح ازل انکار کی جرات ہوئی کیونکر؟ مجھے معلوم کیا وہ راز داں تیرا ہے یا مرا یا
تو اور ابلیس کا ایک مکالمہ علامہ اقبال کی زبانی۔

باوجود حکم آدم کو سجدہ کرنے کے بعد ابلیس کی حجت

اور اللہ پاک کی تفہیم فرشتوں کو

ابلیس

اے خدا کے کنکالِ خجور کو تھکا آدم سے سیر آہ! وہ زندانیِ نزدیکِ دردِ دیرِ زُود (ضربِ کلیم)
حرفِ اشکبارِ ترے سامنے ممکن نہ تھا ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

یہ زرداں

کب کھلا تجھ پر یہ راز؟ انکار سے پہلے کہ بعد؟

ابلیس

بعد! اے تیری تجلی سے کمالاتِ وجود!

یہ زرداں

(فرشتوں کی طرف دیکھ کر)

پستیِ فطرت نے سکھائی ہے یہ حجت اسے کہتا ہے تری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود مہتا ہے درد!

(ماخوذ از حمی الدین ابن عربی)

وضاحت : دیکھو قرآن حکیم : ”ہم نے فرمایا آدم کو کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی اس

نت میں رہو اور کھاؤ اس میں سے بے بدک ٹوک جہاں تمہارا سچی چاہ ہے مگر اس درخت کے پاس نہ جانا کہ

اس سے بڑھنے والوں میں ہو جائیگے تو شیطان نے انہیں لغزش دی (یعنی اس درخت کے پاس لے گیا

براسکا پھل بہکا کے کھلا دیا) پھر ہم نے فرمایا نیچے اترو آپس میں تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک

مت تک زمین میں ٹہرنا اور برتنا ہے (سورہ بقرہ پارہ اول)

علامہ اقبال فرماتے ہیں :

باغِ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں؟ کاہ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر (بالِ جبرئیل)

فرشتے آدم کو جنت رخصت کرتے ہیں یہ کہتے ہو

عطا ہوئی ہے تجھے لذتِ شب کی بے تابی! خبر نہیں کہ تو خاک ہے یا کہ سیما بی! ۱
سُنا ہے خاک کے تیری نمود ہے لیکن تری سرشت میں ہے کوبی و مہتابی!
جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے! ہزار ہوش سے خوشتر تری شکرِ خوابی!
گراں بہا ہے ترا گریہِ سحر گاہی! اسی سے ہے ترے نخلِ کہن کی شادابی!
تری نوا سے بے پردہ زندگی کا خمیر کہ ترے ساز کی فطرت لے کی ہے مضربابی!

روحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے یہ کہتے ہو

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
اس جلوہ بے پردہ کو پردوں میں بچھا دیکھ ایامِ جدائی کے ستم دیکھ جفا دیکھ
بے تاب نہ ہو معرکہِ بیم ورجا دیکھ! یہ گنبدِ انلاک یہ خاموش فضا میں
ہیں ترے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی آذائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ!
سمجھے گا زمانہ تری آنکھوں کے اشارے دیکھیں گے تجھے دور سے گردوں کے ستارے
ناپید ترے بحرِ تخیل کے کنارے پہنچیں گے فلک تک تری آہوں کے شرارے
تعمیرِ خودی کو اثر آہ رسا دیکھ!
خورشیدِ جہاں تاب کی صورتِ شرعیں آباد ہے اک تازہ جہاں تیرے ہنرمیں
چمکتے نہیں بجٹے ہوئے فردوسِ نظریں جنتِ تری پنہاں ہے ترے خونِ جگر میں
اے پیکرِ گل کو ششِ پیہم کی جزا دیکھ!
نالندہ ترے عود کا ہر تارِ ازل سے! تو جنسی محبت کا خریدارِ ازل سے
تو بیرِ صنم خانہ اسرارِ ازل سے! محنت کش و خو نیز دم آزارِ ازل سے
ہے را کب تقدیرِ جہاں تری رستا دیکھ

کیا کہوں اپنے جہن سے جدا کیوں کر ہو
جائے حیرت ہے برائے زلزلے کا ہوں میں

اور اسیر حلقہ دام ہو کیوں کر ہوا (بالجبریل)
مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیوں کر ہوا

اللہ اور آدم

میرا نشیمن نہیں داگہ میرا دوزخ
تجھ سے گریباں میرا مطلع صبح نشور
تجھ سے میری زندگی سوز و تب و درود داغ
پاس اگر تو نہیں شہر ہے ویراں تمام
پھر وہ شراب کہن مجھ کو عطا کر کہ میں
چشم کرم سا قیادیر سے ہیں منتظر
تری خدائی سے ہے میرے بنوں کو گلہ

میرا نشیمن بھی تو شاخ نشیمن بھی تو! (بالجبریل)
تجھ سے میرے سینے میں آتش اللہ ٹھہرا
تو ہی میری آرزو تو ہی میری جستجو
تو ہے تو آباد ہیں اجڑے ہوئے کاخ و کو
ڈھونڈ رہا ہوں اسے توڑ کے جام بٹو
جلوتیوں کے سبب خلوتیوں کے کد!
اپنے لئے لامکاں میرے لئے چار سو!

آدم

بجلی ہوں نظر کوہ بیاباں ہے میری
ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے!
عروج آدم خاکی کے منتظر ہیں تمام!
ہے گری آدم سے ہنگامہ عالم گرم

میرے لئے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے
کہ خاکِ زندہ ہے تو باج ستارہ نہیں
یہ کہکشاں یہ ستارے نیلگون افلاک!
سورج بھی تماشائی تارے بھی تماشائی!

ترا جو ہر ہے نوری پاک تو
ترے حید زبوں افرشتہ حور

فردغ دیدہ افلاک ہے تو
کہ شاہیں شر لولاک ہے تو

عروج آدم خاکی سے انجم ہے جاتے ہیں
اسی طلسم کہن میں اسیر ہے آدم
تو لے اسیر مکاں لامکاں سے دوزخیں
فضا تری نہ دیر دیتی ہے ذرا آگے

کہ یہ ڈٹا ہوا تار امہ کامل نہ بن جاے
بغل میں اس کی ہیں اب تک تباہ عہد حق
وہ جلوہ گاہ ترے خاکیاں سے دوزخیں
قدم اٹھایہ مقام آسماں سے دوزخیں

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشہ چالاک !
 وہ خاک کہ ہے جس کا جنون عقلِ ادراک !
 وہ خاک کہ پردائے نشیمن نہیں رکھتی !
 اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو !
 رکھتی ہے مگر طاق پر داز میری خاک !
 وہ خاک کہ جبرئیل کی ہے جس سے قبا چاک !
 چنتی نہیں پہنمائے چمن سے خسِ خاشاک !
 کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرفناک !

کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی
 نحا کی ہے مگر اسکے انداز میں افلاکی
 سکھائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
 گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی حسابندی !
 رومی ہے نہ ثانی ہے کاشی نہ سمرقندی !
 آدم کو سکھاتا ہے آدابِ نحر و ندی !

مکانی ہوں کہ آزاد مکان ہوں !
 وہ اپنی لامکانی میں رہیں مست
 جہاں میں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں ؟
 مجھے اتنا بتا دیں میں کہاں ہوں ؟

خودی کی خلوتوں میں گم رہا میں
 نہ دیکھا آنکھ اٹھا کر جلوہ دوست
 خدا کے سامنے گویا نہ تھا میں !
 قیامت میں تماشا بن گیا میں !

پریشاں کا دوبارہ آشنائی
 کبھی میں ڈھونڈتا ہوں لذتِ فصل
 پریشاں تری میری رنگیں زائی
 خوش آتا ہے کبھی سوزِ جدائی

کوئی دیکھے تو میری بے نوازی
 نگہ آلودہ اندازِ افسرنگ
 نفسِ بندی، مقامِ نغمہ تاری
 طبیعتِ غزنوی قسمتِ ایازی

وہ کونسا آدم ہے کہ تو جس کا ہے معبود ؟
 آدمی سے کوئی بھلا نہ کرے
 اس سے پالا پڑے خدا نہ کرے !
 کن فریموں سے رام کرتا ہے
 وہ آدمِ خاکی جو ہے زیرِ سمادات ؟
 ہتھکڑوں سے غلام کرتا ہے

یہ مزے آدمی کے دم سے ہیں لطف سارے اسی کے دم سے ہیں (بانگ درا)
 اس کے دم سے ہے اپنی آبادی قید ہم کو بھسلی کہ آزادی
 ہم پہ احسان ہے بڑا اس کا ہم کو زیب نہیں نگلے اس کا
 قدر آرام کی اگر سمجھو آدمی کا سمجھی نگلہ نہ کرو

خفت گالِ خاک سے خطاب

آدمی وال بھی حصا غم میں ہے محصور کیا؟ اس دلالت میں بھی ہے ازل کا دل مجبور کیا؟
 وال بھی انسانِ بنی اُصلیت سے برنگا ہی کیا؟ امتیاز ملت و آئین کے دیوانے ہیں کیا
 جستجو میں ہے یہاں بھی لوح کو آرام کیا؟ وال بھی انسان ہے تقیل ذوق استغیام کیا؟

میں جو سبھی اضطراب سے سیما بدار بھی آگاہ اضطرابِ دل بے قرار بھی (بانگ درا)
 تھا یہ بھی کوئی ناز کسی بے نیاز کا احساس دے دیا مجھے اپنی گداز کا
 یہ آہنگی میری تجھے دکھتی ہے بے قرار خوابیدہ اس شرم میں ہیں آتش کے ہزار
 یہ حکم تھا کہ گلشنِ کُن کی بہار دیکھ ایک آنکھ لے کے خواب پریشاں ہزار دیکھ
 مجھ سے خبر نہ پوچھ حجاب و جود کی شامِ فراق صبحِ تھی میری نمود کی
 وہ دن گئے کہ قید سے میں آشنا نہ تھا زیبِ درختِ طور مرا آشنا نہ تھا
 قیدی ہوں اور نفس کو چمن جانتا ہوں غربت کے غمکے کو وطن جانتا ہوں

حقیقتِ آدم

مضمونِ فراق کا ہوں شریافِ شاہوں میں آہنگِ طبعِ ناظمِ کون و مکان ہوں میں
 باندھا مجھے جو کس نے تو چامی میری نمود تحریر کر دیا سردیوانِ ہست و بود
 گوہرِ کومتِ خاک میں رہنا پسند ہے بندش اگر چہ ست ہے مضمونِ بلند ہے
 چشمِ غلط نگہ کا یہ سارا قصور ہے عالمِ ظہورِ جلوۂ ذوقِ شعور ہے
 برسِ زمان و مکان کا کمنہ ہے طوقِ نکلے حسنِ تماشا پسند ہے

منزل کا اشتیاق ہے گم کردہ راہ ہوں
صیاد آپ حلقہ دام ستم بھی آپ
میں حسن ہوں کہ عشق سراپا گداز ہوں
ہاں اگستائے لب ہونہ راز کہن کہیں
اپنے حسن عالم آرا سے جو تو محرم نہیں

اے شمع! میں اسیر فریب نگاہ ہوں اباً
باب حرم بھی طائر باب حرم بھی آپ
کھلتا نہیں کہ ناز ہوں میں یا نیاز ہوں
چھر چھڑ نہ جائے قصہ دار درسن کہیں
ہم سر یک ذرہ خاک قد آدم نہیں

مجھ کو بھی تمنائے کہ اقبال کو دیکھوں
اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے

کی اسکی جدائی میں بہت اشک نشانی
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

یہ ایک بتا کہ آدم ہے صاحب مقصود
وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا

ہزار گونہ فردغ و ہزار گونہ فراغ! (با)
ہر قطرہ ہے بحر بیکرا نہ! (دہ)

سوارِ ناقہ و حمل نہیں ہیں
میری تقدیر ہے خاشاک سوزی

نشانِ جاہد ہوں منزل نہیں میں
فقط بجلی ہوں میں حاصل نہیں میں

کب تک رہے ٹھکونی انجم میں میری ہماک

یا میں نہیں یا گردش افلاک نہیں ہے

فطرت آدم

فطرت میری مانند نسیم سحری ہے
پہناتا ہوں اطلس کی قبائلہ دگل کو

رفتار ہے میری کبھی آہستہ کبھی تیز
کرتا ہوں سرخار کو سوزن کی طرح تیز

سرگزشت آدم

سنے کوئی میری غربت کی داتا مجھ سے
لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں
رہی حقیقت عالم کی جستجو مجھ کو

بھلایا قصہ پیاں اولیں میں نے (با)
پیا شعور کا جب جامِ آتش میں نے
دکھا دیا اوجِ خیال فلک نشین میں نے

ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا
 نکالا کعبے سے پتھر کی صورتوں کو کبھی
 کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا
 کبھی صلیب پر اپنوں نے مجھ کو لٹکایا
 کبھی میں غارِ حرا میں چھپ رہا برسوں
 سنایا ہند میں آکر سرودِ ربّانی
 دیارِ ہند نے جس دم میری صدا نہ سنی
 بنایا زردوں کی ترکیب سے کبھی عالم
 لہو سے ال کیا سینکڑوں زمینوں کو
 سمجھ میں آئی حقیقت نہ جب تاروں کی
 ڈرا سکیں نہ کلیسا کی مجھ کو تلواریں
 کشش کا راز ہویدا کیا زمانے پر
 کیا اسیر شعاخوں کو برقِ مضطر کو
 مگر خبر نہ ملی آہِ اراز ہستی کی
 ہوئی جو چشمِ مظاہر پرستِ دا آخر
 سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے عاقل ہوں میں
 میں جی بھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی
 علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست
 ہے میری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی ذلیل
 بزمِ ہستی اپنی آرائش پہ تو نازاں نہ ہو
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں اقبال اپنے آپ کو

کیا قرار نہ زیرِ فلک کہیں میں نے (بانگ درا)
 کبھی بتوں کو بنایا حرمِ نشیں میں نے
 چھپایا نورِ ازل زیرِ آستیں میں نے
 کیا فلک کو سفر چھوڑ کر زمیں میں نے
 دیا جہاں کو کبھی جامِ آفریں میں نے
 پسند کی کبھی یوناں کی سرزمین میں نے
 بسایا خطہ جابیاں و ملکِ چچیں میں نے
 خلافِ معنی تسلیمِ اہلِ دیں میں نے
 جہاں میں پھڑکے پیکارِ عقلِ دویں میں نے
 اسی خیال میں راتیں گزار دیں میں نے
 سکھایا مسئلہ گردشِ زمیں میں نے
 لگاکے آئینہ عقلِ دور میں میں نے
 بنادی غیرتِ جنت پر سرزمین میں نے
 کیا خرد سے جہاں کو تہ نگیں میں نے
 تو پایا خانہ دل میں اسے یکیں میں نے
 ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں
 جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں
 دائے محرومیِ اخرفِ سین لبِ اسل ہوں میں
 جنگی غفلت کو ملکِ روتے ہیں وہ عاقل ہوں میں
 تو تو ایک تصویرِ محفل کی اور محفل ہوں میں
 آپ ہی گویا سا فر آپ ہی منزل ہوں میں

آدم اور بزمِ قدرت

صبحِ خورشیدِ درخشاں کو جو دیکھا میں نے
 بزمِ معمورہ ہستی سے یہ پرچھا میں نے
 پر تو مہر کے دم سے ہے اجبالاتیرا
 سیم سیال ہے پانی ترے دریاؤں کا

مہرنے نور کا زیور تجھے پہنایا ہے
گل، نگار ترے خلد کی تصویریں ہیں
سرخ پوشاک، پھولوں کی درختوں کی ہری
ہے ترے مجسمہ گردوں کی طلائی جھال
کیا بھلی لگتی ہے آنکھوں کو شفق کی لالی
رتبہ تیرا ہے بڑا شان بڑی ہے تیری
صبح اک گیت سراپا ہے تیری سطوت کا
میں بھی آباد ہوں اس نور کی بستی میں مگر
نور سے دور ہوں ظلمت میں گزرتا ہوں میں
میں یہ کہتا تھا کہ آواز کہیں سے آئی
ہے تیرے نور سے وابستہ میری بود و بود
انجمن حسن کی ہے تو تری تصویر ہوں میں
میرے بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا تو نے
نور خورشید کی فحماں ہے ہستی میری
ہو نہ خورشید تو دیران ہو گلستان میرا
آہ! اے راز عیاں کے نہ سمجھنے والے
بائے غفلت کہ تیری آنکھ ہے پابند مجاز
تو اگر اپنی حقیقت سے خبر دار رہے

تیری محفل کو اسی شمع نے چمکایا ہے
یہ سمجھی سورہ اشمس کی تفسیر ہیں
تیری محفل میں کوئی سبز کوئی لال پرد
بدلیاں لال سی آتی ہیں افق پر جو نقط
مئے گل رنگ خم شام میں تو نے ڈالو
پردہ نور میں مستور ہے ہر شے تیری
زیر خورشید نثار تک بھی نہیں ظلمت
جل گیا پھر مری تقدیر کا اختر کیوں کر
کیوں سیہ روز، سیہ بخت، سیہ کار ہوں میں
بام گردوں سے یا صحن زمین سے آئی
باغباں ہے تیرا ہستی، پے گلزار وجود
عشق کا تو ہے صحیفہ تری تفسیر ہوں میں
بار چھ سے جو نہ اٹھا، وہ اٹھایا تو نے
اور بے منت خورشید چمک ہے تری
منزل عشق کی جا، نام ہو زنداں میرا
حلقہ دام تمنائیں الجھنے والے
ناز زیمبا تھا تجھے تو ہے مگر گرم نیاز
نہ سیہ روز ہے پھر نہ سیہ کار رہے

آنچہ در آدم بگنجد عالم است
رجہ پوری کائنات آدم میں سما سکتی ہے

آنچہ در عالم نگنجد آدم است
مگر آدم اتنا وسیع ہے کہ کائنات میں نہیں

یہی آدم ہے سلطان بحر و بر کا
نہ خود میں نے خدا میں نے جہاں میں

کہوں کیا ما بجز اس بے بصر کا
یہی شہ کار ہے ترے ہنر کا

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جو حصر ملکوتی
اک دانش نوری۔ اک دانش برہانی
اسد بیکر خاکی میں اک شے ہے اسودہ تری
اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک
ہو نقش اگر باطل تکرار سے کیا حاصل
چپ رہ نہ سکا حضرت یزدان میں بھی اقبال
نگہ پیدا کر اے عاقل تجلی عین فطرت ہے
نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب ہستی کی
حضور حق میں اسرائیل نے میری شکایت کی
عجب سزا ہے مجھے لذت خودی دے کر
آبرائی میں بھی کہہ رہا ہوں مگر
تو ہما کا ہے شکاری ابھی اتنا ہے تری
پریشاں ہوں میں مشت خاکیں کچھ نہیں بھلتا
یہ سب کچھ ہے مگر ہستی میری مقصد قدس کا
خرینہ ہوں پھیا یا چھ کوشت خاک صحرائے
نظر میری نہیں منوں سیر عرصہ ہستی
نہ صہبا ہوں نہ ساقی ہوں نہ ہستی پر نہ پیما نہ
مجھے راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
عطا ایسا میاں مجھ کو ہوا رنگین پیانوں میں
ترا نظارہ ہی اے بواہوں مقصد نہیں اسکا
اگر دیکھا بھی اس نے سارے عالم کو تو کیا دیکھا
ہوا جو خاک سے پیدا وہ خاک میں مستور

خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں بیوند! (بال جبریل)
” ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی
” میرے لئے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی
” تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی
” کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ازلانی
” کرتا کوئی اس بندہ گستاخ کا منہ بند
” کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دیا
” تن آساں عمر شیوں کو ذکر و تسبیح و طوا اولی
” یہ بندہ دلت سے پہلے قیامت کرنے دے بریا
” وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں
” یہ حدیث کلیم و طور نہیں
” نہیں مصلحت سے خالی یہ جہاں مرغ و ماہی
” سکندر ہوں کہ آئینہ ہوں یا گرد و درشت ہوں (باک)
” سراپا نور ہوں جس کی حقیقت میں وہ ظلمت ہوں
” کسی کو کیا خبر ہے میں کہاں ہوں کس کی دوا ہوں
” میں وہ جھوٹی سی دنیا ہوں کہ آپ اپنی ولایت ہوں
” میں اس میخانہ ہستی میں ہر شے کی حقیقت ہوں
” وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے
” کہ بام عرش کے طائر بھی میرے ہم زبان میں
” بنایا ہے کسی نے کچھ سمجھ کر چشم آدم کو
” نظر آئی نہ کچھ اپنی حقیقت جام سے جم کو
” مگر یہ غیب صغریٰ ہے یا فنا ہیکل ہے

پریشاں ہو کے میری خاک آخرو دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے
نہ کر دیں مجھ کو مجبور نوا فردوس میں خوریں
مرا سوزِ دروں پھر گرتی محفل نہ بن جائے!
کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
کھٹک سی ہے جو سینے میں غم منزل نہ بن جائے!
بنایا عشق نے دریائے ناپید کراں مجھ کو
یہ میری خود نگہداری میرا اصل نہ بن جائے!
کہیں اس عالم بے رنگ دیو میں بھی طلب میری
رہی افسانہ و نبالہ محفل نہ بن جائے!

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تار امیرِ کامل نہ بن جائے!

(بال جبرئیل)

زمانہ حاضر کا آدم (انسان)

عشق ناپید و تودہ سے گردشِ صورتِ مار
عقل کو تابعِ فرمانِ نظر کرنے سکا
دھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے انکار کی دنیا میں سفر کرنے سکا
اپنی حکمت کے خمِ دیچ میں الجھا ایسا
آج تک نصیحتِ نفع و ضرر کرنے سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
نہ زندگی کی شب تاریک سحر کرنے سکا

حضرت انسان

یعنی

فرزند آدم

جہاں میں دانش و بینش کی ہے کس درجہ ارزانی
 کوئی شے چھپ نہیں سکتی کہ یہ عالم ہے نورانی
 ارغمان حجاز
 کوئی دیکھے تو ہے باریک فطرت کا حجاب اتنا
 نمایاں ہیں فرشتوں کے تبسم ہائے پنہانی
 یہ دنیا دعوت دیدار ہے فرزند آدم کو
 کہ ہر مستور کو بخت گیا ہے ذوقِ غریبانی
 یہی فرزند آدم ہے کہ جس کے اشکِ غوٹیں سے
 کیا ہے حضرت یزداں نے دریاؤں کو طوفانی !
 فلک کو کیا خبر یہ خاکِ داں کس کا نشیمن ہے
 غرضِ انجسم سے ہے کس کے شبستان کی نگہبانی
 اگر مقصود کل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے ؟
 مرے ہنگامہ ہائے نو بنود کی انتہا کیا ہے ؟

دل و نظر بھی اسی آبِ دگل کے ہیں اعجاز
 نہیں تو حضرتِ انساں کی انتہا کیا ہے
 خوار ہو کس قدر آدم یزداں صفات !
 قلب و نظر پر گراں ایسے جہاں کاشفات !
 کیوں نہیں ہوتی سحر حضرتِ انساں کی رات ؟

مردمِ بیا السرائین

(۱)

منظرِ چمنستان کے زیبا ہوں کہ نازیبا
محرورِ عملِ نرگس مجھ پر تماشا ہے
رفتار کی لذت کا احساس نہیں اسکو
فطرت ہی صنوبر کی محروم تھنا ہے
تسلیم کی خوگر ہے جو چیز دنیا میں
انسان کی ہر قوت سرگرمِ تعاظا ہے
اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوسِ ہر دم
یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا احرا ہے
چلے تو بدل ڈالے ہیئتِ چمنستان کی
یہ ہستی دانا ہے بنا ہے تو انا ہے

(۲)

قدرت کا عجب یہ ستم ہے

انساں کو رازِ جو بتایا
رازاں کی نگاہ سے چھپایا
ہے تابِ ذوقِ آگہی کا
کھلتا نہیں بھیدِ زندگی کا
حیرت کا آغاز دانتہا ہے
آئینے کے گھر میں اور کیا ہے
ہے گرمِ خراجِ موجِ دریا
دریائے سوئے بحرِ جادہ پیما
بادل کو ہوا اُڑا رہی ہے
تارے مستِ شرابِ تقدیر
خورشیدِ عابدِ سحر خیز
مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر
لذتِ گیرِ وجودِ ہر شے
کوئی نہیں غمِ گسارِ انساں
سرمستِ مئے نمودِ ہر شے

کوئی نہیں غمِ گسارِ انساں
کیا تلخ ہے روزگارِ انساں

مکالماتِ فلاطون نہ لکھ سکی لیکن
 اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ فلاطون!
 (اقبال)

(ضربِ کلیم)



باب دوم

عورت

ہند کے شاعر و صورت گرد افسانہ نویس آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سو

عورت اور مردِ فرنگ

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پیریں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور کہ مردِ سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

ایک سوال یورپ سے عورت کے بارے میں

کوئی بوجھ حکیم یورپ سے ہند و یونان ہی جس کے حلقہ بگوش!
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال مرد بیکار و زن تہی آغوش!

عورت اور بہ کردہ

بہت رنگ بدلے سپہر بریں نے خدا یا یہ دنیا جہاں تھی وہیں ہے
تغافوت نہ دیکھا زن دشمن میں نے وہ خلوت نشیں ہے! یہ خلوت نشیں ہے!
ابھی تک ہے پردے میں اولادِ آدم کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے!

عورت اور خلوت

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہو س نے روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر انہی حدوں ہو جلتے ہیں افکار پر گندہ و ابتر!
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گہر
خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گرد لیکن خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر!

عورت کے وجود سے ...

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
 اسی کے سارے ہے زندگی کا سوزِ دروں (غریبِ کلیم)
 شرف میں بڑھ کے ثریا سے شتِ خاکِ اس کی
 کہ ہر شرف ہے اسی درج کا دُرِ کمون
 مکالماتِ فلاطون نہ لکھ سکی لیکن
 اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطون!

آزادی نسواں

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کر نہیں سکتا
 گو خوب سمجھتا ہوں کہ یہ زہر ہے، وہ قند
 کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں ادبِ معقوب
 پہلے ہی خفا جھیر سے ہیں تہذیب کے فرزند
 اس راز کو عورت کی لبِ تیرا ہی کرے فاش
 مجبور ہیں معذور ہیں، مردانِ خردمند
 کیا چیز ہے آرائشِ دقت میں زیادہ
 آزادی نسواں کہ زمرہ کا گلو بند؟

عورت کی حفاظت

اک زندہ حقیقت میرے سینے میں ہے تورا
 کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں لہو سرد
 نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
 نسوانیتِ زن کا نگہاں ہے فقط مر
 جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
 اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

عورت اور تعلیم

تہذیبِ زندگی ہے اگر مرگِ اُمومت
 ہے حضرتِ انساں کیلئے اس کا ثمر موت!
 جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
 کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت!
 ہیگا نہ ہے دین سے اگر مدرسہ زن
 ہے عشقِ دجھت کے لئے علمِ دہن موت!

جوہرِ عورت

جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر
 غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود!
 راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی نکشہ شوق
 آتشِ لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!

کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات
گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بودِ بنود!
میں بھی مطلوبیٰ نسواں سے ہوں غمناک بہت
نہیں ممکن مگر اس عقدہ مشکل کی کشود!

عورتِ مال کے رُوپ میں

جب ترے دائیں میں پلتی تھی وہ جانِ ناتواں
اور اب چہرے میں جسکی شوخیِ گفتار کے
حیرتی ہوں میں تیری تصویر کے اعجاز کا
رفتہ و حاضر کو گویا پاپا بپا اس نے کیا
علم کی سنجیدہ گفتاری بڑھاپے کا شعور
زندگی کی اوج گاہوں سے اترتے ہیں ہم
بے تکلف بخندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں
تربیت سے تیری میں ابھم کا ہم قسمت ہوا

بات سے اپنی طرح محرم نہ تھی جسکی زبان
بے بہا موتی ہیں جس کی چشم کو ہر بار کے
رنج بدل ڈالا ہے جس نے وقت کی پرداز کا
عہد طفلی سے مجھے پھر آشنا اس نے کیا
دنیوی اعزاز کی شوکت جوانی کا غرور
صحتِ مادر میں طفلِ سادہ رہ جاتے ہیں ہم
پھر اسی کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں
گھر میرے اجداد کا سرمایہ عزت ہوا

مال کی موت پر

عمر بھر تیری محبت میری خدمت کرتی رہی
تجھ کو مثلِ طفلکِ بیدست و پار و تپا ہے وہ
کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آسان ہے موت
خاک مرقد پر تیری لے کے یہ فریادِ آؤنگا
سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہان
یاد سے تری دل دردا آشنا مٹور ہے
زندگانی تھی تری ہمتا سے تابندہ تر
مثلِ ایوانِ سحر مرقدِ فردزاں ہو ترا
آسمانِ تیری لحد پر شبنمِ انسانی کرے

میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی
صبر سے نا آشنا صبح و سار و تپا ہے وہ
گلشنِ ہستی میں مانند نسیمِ ازاں ہے موت
اب دعائے نیم شب میں سکسویں یاد آؤنگا
اشکِ سیہم دیدہ انسان ہوتے ہیں روپ
جسے کعبہ میں دعاؤں سے فضا مٹور ہے
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی ترانہ
نور سے مٹور یہ خاکی شبستان ہو ترا
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

خطاب بہ محذرات اسلام

اسلام کی عصمت مآب عورتوں سے علامہ اقبال کا خطاب

- ۱۔ اے روایت پروردہ ناموس را
 - ۲۔ طینت پاک تو مارا رحمت است
 - ۳۔ کودک ناچوں لب از شیر تو شست
 - ۴۔ می ترا شد مہر تو اطلوارِ ما
 - ۵۔ برق ما کو در سخابت آرمید
 - ۶۔ اے امین نعمت آئین حق
 - ۷۔ دور حاضر تر فردش دُرُکن است
 - ۸۔ کو رو یزدان ناشناس ادراک او
 - ۹۔ چشم او بیباک و نا پر داستے
 - ۱۰۔ صید او آزاد خواند خویش را
 - ۱۱۔ آب بندِ نخل جمعیت توئی
 - ۱۲۔ از سرِ سود و زیاں سودا مزن
 - ۱۳۔ ہو شیار از دستبردِ روزگار
 - ۱۴۔ ایں چین ز اداں کہ پر کشا دہ اند
 - ۱۵۔ فطرت تو بجد بہ ہا دارد بلند
 - ۱۶۔ تا حسینے بنفشاخ تو بار آورد
- تآب تو سرمایۂ فانوس ما (روز بخوی)
- قوت دین و اساسِ ملت است
- لَا اِلٰهَ اَمُوختی اور انخست
- فکرِ ما گفتارِ ما کردارِ ما
- برجبلِ رخسید و در صحرا تپید
- در نفسہائے تو سوزِ دینِ حق
- کارِ دانش نقدِ دین را رہزن است
- ناکساں زنجیری بیچاک او
- پنچہٗ مژگانِ او گیر استے
- کشتہٗ او زندہ داند خویش را
- حافظِ سرمایۂ ملت توئی
- گامِ جز بر جادۂ آبا مزن
- گیرِ فرزندانِ خود را در کنار
- ز آشیانِ خویش دور افتادہ اند
- چشمِ ہوس از اسورۂ زہرا مبند
- موسمِ پیشین بگلزار آورد

ترجمہ : (۱) اے اسلام کی بیٹی ! تری چادر قوم کی عزت و ناموس کی ضمانت ہے
ترے کردار اور دینداری کی آب و تاب ہمارے لئے سرمایہ حیات
کا فانوس ہے۔

- (۲) اے دختر اسلام! تیری پاک طینت و فطرت ہمارے لئے ایک رحمت ہے۔
دین کی تقویت اور ملت کی بنیاد ہے۔
- (۳) اے اسلام کی بیٹی! جب ہماری قوم کا بچہ اپنے لب سے تیرا دودھ پیتا ہے
لب لہ سے مانوس ہوتے اور توحید سے آشنا ہوتے ہیں۔
- (۴) اے دختر نیک اختر اسلام! تیری ہر وجہت تو ہماری قوم کے اطوار بناتی ہے اور
فکر گفتار گزار کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالتی ہے۔
- (۵) اے دختر اسلام! ہماری ایمان کی بجلی تیرے حق پرست بادلوں ہی سے کوند تیار
روشن اور صحر آ کو گرہی بخشی ہے۔
- (۶) اے اسلام کی بیٹی! تو شریعت محمدی کے آئین و قانون کی آئین ہے یعنی ان کو اپنی اور
ایک امانت کے طور پر پہنچاتی ہے اور تیرے سانسوں میں دین حق کا نور بھرا۔
- (۷) اے دختر اسلام! آج کل کا زمانہ عیاری مکاری اور فریب سے مبرا
اور اس زمانہ کا کام ایمان کی دولت پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔
- (۸) اے اسلام کی بیٹی! آج کا زمانہ اپنی عقل کے وہ پیچیدہ تانے بانے بنا کہ
نا سمجھ مسلمان کو اپنی پیچیدہ زنجیروں میں گرفتار کر کے خدا سے دور کر دیتا ہے۔
- (۹) اے دختر اسلام! زمانہ کی آنکھ میں عیا باقی نہیں رہی ہے اس کی نگاہوں
پلکوں کے جادو و خیر پیچہ بڑی آسانی سے ہر ایک کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔
- (۱۰) اے اسلام کی بیٹی! اس دور میں بڑی مصیبت یہ ہے کہ جو زمانہ کی پرخطر گ
میں اگر گرفتار ہو جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتے اور زمانہ کے ہاتھوں مرک
آپ کو زندہ کھینچتے اور اپنی موت کو زندگی سمجھ کر خوش رہتے ہیں۔
- (۱۱) اے دختر اسلام! اس پرخطر دور میں تو ہی قوم کے درخت کو پانی دینے و
تو ہی ملت کے سرمایہ کی محافظ ہے۔
- (۱۲) اے اسلام کی بیٹی! ان حالات سے ساز باز اور سودا مت کر بلکہ اپنے
کے نقش قدم پر چل۔
- (۱۳) اے دختر اسلام! زمانہ سے ہوشیار اور خبردار رہ کر اپنی اولاد کو اس پست
کے خطرناک بھنور سے بچا کر اصل اسلام تک پہنچا دے۔

(۱۴) اے اسلام کی بیٹی! اس اسلام کے چمن زاد ابھی اڑنے کے لئے پر نہیں پھیلانے ہیں اور اپنے اشیاء سے دور پڑے ہیں۔

(۱۵) اے اسلام کی مایہ ناز دختر! تیری فطرت ایک بلند جذبہ کی حامل و مالک ہے تو ہوش کی آنکھ سے حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کردار کا مطالعہ کر اور دیکھ کہ آپؑ نے اولاد کی کس طرح تربیت کی۔

(۱۶) تاکہ اے قابل فخر دختر اسلام! تیری شاخ بھی بار آور ہو اور حضرت حسینؑ جیسے فرزند تو قوم کو دے دے جس سے اسلام کے چمن میں بہار آئے اور وہ گلزار بن جائے۔

بقائے نوع از اہمیت و حفظ و احترام اہمیت اسلام است

ترجمہ: (نوع انسانی کی بقا عورت کے ماں بننے پر منحصر ہے اس لئے اسلام میں ماں کی حفاظت و احترام کو واجب قرار دے دیا گیا)۔
علامہ اقبالؒ نے رموزِ بیخودی میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت دو بند (۳۲) اشعار لکھے ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

۱. نغمہ خیز از زخم زن سازِ مرد از نیاز او دو بالانا ز مرد
ترجمہ: اگر عورت کا وجود نہ ہوتا تو مرد کی خوبیاں اجاگر نہ ہوتیں۔ مرد اگر ساز ہے تو عورت اس کے لئے مضرب ہے۔ بغیر ساز کے نغمہ پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ گویا مرد کا ناز ظاہر ہوتا ہے عورت کے نیاز سے۔

۲. پوششِ عریانیِ مرداں زن است حسن دلجو عشقِ رابیراہن است
ترجمہ: قرآن حکیم میں ارشاد ہو رہا ہے هُنَّ لِبَاسٌ لِّكُمْ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لِّهِنَّ (۲: ۱۸۷) عورتیں تمہارے حق میں پردہ (پوش) ہیں اور تم عورتوں کے لیے پردہ پوش یعنی لباس ہو۔

۳. عشقِ حق پروردہ آغوشِ او این نوا از زخمِ خاموشیِ او
ترجمہ: حق یعنی اللہ پاک کا عشق ماں کے آغوش میں پرورش پاتا ہے۔ یہ حق کی کہ اور آواز کسی ایمان دہلی ماں (عورت) کے سازِ خاموشی سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱) اسکی مثالیں اللہ کے وہ نیک بندے ہیں جنہوں نے پاک اور حق رکھنے والی ماؤں کے آغوش میں ترتیب پائی)

(۲) اُنکے نازدیر وجودش کائنات ذکر اور فرمود باطیہ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کی پاک ذات پر کائنات کو کے تعلق سے یعنی ایک دیندار عورت کے تعلق سے ارشاد فرما اور خوشبو مجھے پسند ہے اس سے دین دار عورت کے مقام پر

(۵) مسلمے کو را پرستارے شمر د بہرہ از حکمت ترجمہ: وہ مسلمان جو عورت کو اپنی خادمہ تصور کرتا ہے وہ قرآن پاک بے بہرہ ہے۔

(۶) نیک اگر بنی امومت رحمت است زانکہ اور ایا نبوت

(۷) شفقت اد شفقت پیغمبر است سیرت اقوام را صو

ترجمہ: اگر حقیقت پسند نظر سے دیکھا جائے تو ماں پن یعنی ماں پن

پائی جاتی ہے اسلئے کہ ماں پن کو نبوت سے ایک طرح کی نسبت

شفقت پیغمبر کی شفقت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ برہنہ

قوم بن جاتی ہے۔

(۸) از امومت بختہ تر تعمیر مہما در خط سیمائے

مادر کی گود لہی میں ہماری یعنی قوم کی تعمیر بختہ ہوتی اور سیرت مستحکم

(۹) بہت اگر فرہنگ تو معنی رسے حرف امت نکستہ ہا

(۱۰) گفت آن مقصود حرف کن ذکان زیر پائے اُمہات

ترجمہ: اے مخاطب! اگر تری عقل اس حقیقت اور معنوں کو سمجھ

امت کو سمجھے گا تو مجھے بہت سے نکات سمجھ میں آئیں گے یعنی

ہے اور ”ام“ ”ماں“ کو کہتے ہیں۔ اسلئے قوم کو ادلاً کہا۔

اسلئے مثل ہے جیسی مائی (ماں) ویسی جائی (اولاد)۔ ایمان

صاحب ایمان بناتی ہے اسلئے بانی تخلیق کائنات صلی اللہ

نے ماں کے قدموں کی نیچے جنت ہے ارشاد فرمایا۔

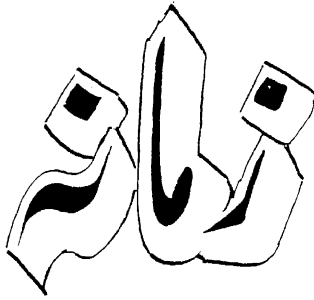
زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے

دنوں کے الٹ پھیر کا نام ہے (بالِ جبریل)

حقیقت میں روحِ ابد ہے زمانہ

یہ امر دُروِ فردا میں ترا فسانہ (باتِ گِ در)

(علامہ اقبال)



باب سوم

زمانہ اور تغیرات

یا
 جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہو گا یہی ہے اک حرفِ مجرمانہ!
 فریب تو ہے نمودِ جبلی اُسی کا مشتاق ہے زمانہ!
 مری صراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
 میں اپنی تسبیح روزِ شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ!
 ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدِ اجداد رسمِ وراہ میری
 کسی کا راکب کسی کا مرکب کسی کو عبرت کا تازیانہ!
 نہ تھا اگر تو شریکِ محفلِ تصور میرا ہے یا کہ تیرا
 میرا طریقہ نہیں کر رکھ لوں کسی کی خاطر مئےِ شبانہ!
 میرے خمِ دبیچ کو بخومی کی آنکھ پہچانتی نہیں ہے
 ہدف سے بیگانہ تیرا اس کا نظر نہیں جس کی عارفانہ!
 شفق نہیں مغربِ انق پر یہ جوئےِ نول ہے! یہ جوئےِ نول ہے
 طلوعِ فردا کا منتظر رہ کہ دوشِ دامروز ہے فسانہ!
 وہ نگر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
 اسی کی بیتاب بجليوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ!
 ہو ایسے ان کی فضائیں اُن کی سمندر اُن کے جہاز اُن کے
 گرہ بھنور کی کھلے تو کیوں کر؟ بھنور ہے تقدیر کا بہانہ!
 جہانِ توہور یا ہے پیدا وہ عالمِ بیر مر رہا ہے
 جسے فرنگی مفامروں نے بنا دیا ہے قمارِ خسانہ!
 ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغِ اپنا جلا رہا ہے
 وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ!

سلسلہ روز و شب نقش گر حادثات
(بالِ جبریل) سلسلہ روز و شب اصل حیات و موات

سلسلہ روز و شب تارِ حریرِ دردِ رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی مبلے صفا !

سلسلہ روز و شب سازِ ازل کی فضاں
جس سے دکھاتی ہے ذات زیرِ ہم ممکنات !

تجھ کو پرکھتا ہے یہ تجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلہ روز و شب حیرنی کائنات !

تو ہوا اگر کم عیار میں ہوں اگر کم عیار
موت ہے تیری برات موت ہے میری برات !

ترے شب و روز کی اور حقیقت ہے کیا
ایک زمانے کی رحب میں نہ دن ہے نہ رات !

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر
کارِ جہاں بے ثبات کارِ جہاں بے ثبات !

زمانہ کہ زنجیرِ ایام ہے
دموں کے اُلٹ پھیر کا نام ہے

آہ یہ دنیا ! یہ ماتمِ خائے برنا و بے سرا
آدمی ہے کس طلسمِ دوش و فردا میں اسیر (بالِ جبریل)

اول و آخرتِ باطن و ظاہر ہر فن
(بالِ جبریل) نقش کہن ہو کہ نو منزلِ آخرت

حقیقت میں روحِ ابد ہے زمانہ
یہ امر و زو فردا ہی تیرا فناء

(ہانگ درا)

تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا

دھر

بہاں کی رُوح رواں لا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ
مَسِیح دِیْنِخ و چلیس پائیہ ماجر اکیا ہے

(ارغوا)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

توحید و شان

(بندہ اوسمخدا کے رانہ و نیانہ)

باب چہارم

کلام اقبال ترتیب وار (حصہ اول)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ واحد امت و توحید اور ذات

نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا
خودی کا سر نہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
کیا تو نے متاع غرور کا سودا
یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ دیوند
خرد ہوئی ہے زمان و مکان کی زنجاری
یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پایند
اگر چہ بت ہی جماعت کی استیغاثوں میں
تیری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
ہمار زندگی میں ابتداء لائے انہا
وہ ملت روح جس کی لاسے آگے بڑھ نہیں سکتی
جو ہر میں ہو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تو کیا خوف
رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ دیکھا
ایں و حرف لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ گفثار نیست
اسی سرور میں پوشیدہ موت بھی ہے تیری
موج غم پر رقص کرتا ہے حجاب زندگی
حریف نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم
گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا

لا کے دریا میں نہاں موتی ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا
خودی ہے تیغ فشاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (فرب کلیم)
صنم کہہ ہے جہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
فرب سود و زیاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
بتان دھم دگماں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
نہ ہے زمان نہ مکان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
بہار ہو کہ خزاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
مجھے ہے حکم اذان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
میری نگاہ میں ثابت نہیں وجود تیرا
پیام موت ہے جب لَا ہوا اِلَّا سے یگانہ
یقین جانو ہوا لبیز اس ملت کا پیمانہ
تعلیم ہو گر فرنگی نہ!
اتر گیا جو تیرے دل میں لَا شَرِیکَ لَہُ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جز تیغ بے رنہا رینست (جاوید نام)
تیرے بدن میں اگر سوز لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہیں! (فرب کلیم)
ہے اِلہ کا سورہ بھی جز وقت ب زندگی (بانگ درا)
نگاہ چاہئے اسرار لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے لئے (فرب کلیم)
کہاں سے آئے صدا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (بال بریل)

بلا کے مجھ کو مئے لالہ اللہ ہو! دبا
 فقہیہ شہر قاروں ہے لغت ہے مجازی کا
 لغت غریب جب تک ترا دل نہ دے گواہی
 اَشْهَدُ اَنْ اِلَـٰهَ اَشْهَدُ اَنْ لَـٰ اِلَـٰهَ
 یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لالہ میں ہے
 نغمہ اللہ تھو میرے رگ پے میں ہے
 سایہ شمشیر میں اس کی بہتہ لالہ
 تجھ سے میرے سینے میں آتش اللہ تھو!

مٹا دیا میرے ساقی نے عالم من و تو
 قلندر جزد و حرف لالہ کچھ بھی نہیں رکھا
 تو عرب ہو یا عجم ہو ترا لالہ الہ الا!
 علم کا موجود، اور فقر کا موجود اور
 صنم کدہ ہے جہاں اور مرد حق ہے تحلیل
 شوق میری نے میں ہے شوق میری نے میں ہے
 مرد سپاہی ہے وہ اس کی زرہ لالہ
 تجھ سے گریباں میرا مطلع صبح نشور!

لَا دِلَّالَہ

پیام موت ہے جب لا ہوا اللہ سے بیکار! وہ
 یقین جانو ہوا لب زیر اس ملت کا بیمانہ!

نہادِ زندگی میں ابتدا انتہا اللہ
 وہ ملت روح جسکی اسے آگے بڑھ نہیں سکتی!

توحید

یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا
 آساں نہیں مٹانا نام و نشان ہمارا دبا
 حرم کار از توحید اُمم ہے دبا
 کہ تہذیب فرنگی بے حرم ہے
 یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے (بانگ)
 اپنی قوت کا یہاں آپ ہی بیدار ہے تو
 تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے (دضر)
 آج کیا ہے فقط اک مسئلہ علم کلام
 خود مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام
 قل هو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیا
 وحدت انکار کی بے وحدت کردار ہے خام

خودی سے اس ظلم رنگ بو کو توڑ سکتے ہیں
 توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
 عرب کے سوز میں سازِ عجم ہے
 تہمی وحدت سے ہے اندیشہ غرب
 شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ نور شد سے
 نور توحید سے گر قوت بیدار ہے تو
 یہاں میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے
 زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
 روشن اس صنو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
 میں نے لے میرے سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
 آہ اس راز سے واقف ہے نہ ملانہ فقہیہ

فرد از توحید لایق ہوتی شود ملت از توحید جبروتی شود (جہاد نامہ)
 ترجمہ: فرد توحید سے لایق ہوتا ہے اور ملت توحید سے جبروتی ہوتی ہے
 ملتے جلتے ہوں شود توحید مست قوت و جبروت می آید بدست
 ترجمہ: ملت جب توحید سے مست ہوتی ہے تو قوت و جبروت اسکے ہاتھ آتے ہیں
 نقش توحید کا ہر دل میں بیٹھایا ہمنے زیرِ بنجر بھی یہ پیغام سنایا ہمنے (بانگ درا)
 ہم تو زحمت ہوئے اور دل کے بھائی دنیا بھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا

ذات الہی

اے انفسِ اُناس میں پیدا ترے آیات عشق یہ ہے کہ زندہ دیا زندہ تری ذات (بال جبریل)
 ہم بند شب و روز میں جگر سے ہوئے بندے تو خالقِ اعصار و نگارندہ آفات

اللہ پاک کی پہچان

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں تو اقبال اس کو سمجھتا مقامِ کبریا کیا ہے؟
 (سہ جزئی کا مشہور مجذوبِ نفسی نیشا جو اپنے قلبی وارث کا صحیح اندازہ نہ کر سکا اور اس لئے اس کے فلسفیانہ انکار نے اسے غلط راستہ پر ڈال دیا۔)

اپنے رازِ کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملک اور پہچانے تو ہیں ترے گدا دار و جہم
 پاتا ہے بیچ کوئی کی تاریکی میں کون؟ کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے کھابہ؟
 کون لایا کھینچ کر یہ کچھم سے بادِ سازگار خاک یکس کی ہے؟ کس کا ہے یہ زورِ آفتاب
 کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب موسموں کو کس نے سکھائی ہے خوشے انقلاب
 وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے میری بجلی میرا حاصل کہاں ہے!
 مقام اس کلے دل کی خلوتوں میں خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے!

نلکہ ابھی ہوئی رنگ و بو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
 نہ چھوڑا اے دل نغاسِ صبح گکا ہی اماں شاید ملے اللہ صو میں

عشق الہی اور دیدار الہی

دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے
ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
میں انتہائے عشق ہوں تر انتہائے سن
پچھتی نہیں ہے یہ نگہ شوق ہم نشیں!
اٹھ بیٹھے کیا سمجھ کر بھلا طور پر کلیم
نظارے کو جنبش مژگاں بھی بار ہے
شوخی سی ہے سوال مکر میں اسے کلیم
جھپٹیں میں ٹوٹو نہ تاتھا آسمانوں میں مینوں کا
حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
ترستی ہے نگاہ نارسا جس کے نظارے کو
سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے عاشق کا عاشق
پھر ٹک اٹھا کوئی ترے اوٹے ماعرفنا پر
نمایاں ہو کر دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
توھا آرئی گو کلیم، میں آرئی گو نہیں
نگہ پیدا کر اے عاقل! تجلی عین فطرت ہے
ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
ستم ہو کہ ہو وعدہ بے بجابی
یہہ جنت مبارک ہے زاہدوں کو
ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا
مانا کہ تری دید کے قابل نہیں ہوں میں

پھر یہ وعدہ شہر کا صبر آزمائیوں کو ہوا
ہو دیکھنا تو دیدہ دل دارے کوئی
ہے دیکھنا یہ کہ نہ دیکھا کرے کوئی
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی
پھر اور کس طرح انہیں دیکھا کرے کوئی
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی
شرط رضایہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑے
وہ نکلے میرے ظلمت خانہ دل کے مینوں میں
مکان نکلا ہمارا خانہ دل کے مینوں میں
وہ رونقِ سخن کی ہے نہیں غلوت گریز میں
بھلا لے دل حسین ایسا بھی ہے کوئی حینز میں؟
تیسرا تیرہ رہا بڑھ چڑھ کے سنا آفرینوں میں
بہت مدت سے چرچے ہیں تیرے باریک بنوں میں
اُس کو تقاضا رواں مجھ پہ تقاضا حرام رہا
کہ اپنی سوچ سے بیگانہ رہ نہیں سکتا دریا
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں دبا
کوئی بات ہو صبر آزمایا چاہتا ہوں
کہ میں آپ کا سنا چاہتا ہوں
وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

کھولی ہیں ذوق دیدنے آنکھیں تری اگر
کبھی اے حقیقت نظر! نظر آباں مجاز میں
طرب آشنائے خردش ہو لڑنے محرم گوش ہو
نہ وہ عشق میں رہی گریبا نہ حسن میں رہی شوخیا
دمِ طوفِ کربکِ شمع نے یہ کہا کردہ اثر کہن
نمایاں ہے کثرت میں وحد کا جلوہ
کھینچے خود بخود جانبِ طور موسیٰ
کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر

ہر رہ گذر میں نقش کف پائے یار دیکھ (بانگ درا)
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبینِ یار میں
وہ سرو دیکھا کہ چہا ہوا ہو سکوت پردہ ساز میں
نہ وہ غزویں میں تڑپ رہی دھم ہے زلفِ ایازیں
نہ تری حکایت سوز میں نہ میری حدیث گذار میں
جدھر دیکھتا ہوں وہی رو برو ہے
کشش تری اے شوق دیدار کیا تھی
کیا خبر ہے تجھ کو لے دل فیصلہ کون کرے

انسان کو پیدا کرنے کے اثرات

اور اللہ پاک سے چند سوالات

میری نولے شوق سے شورِ حیرم ذات میں!
سور و زشتہ میں اسیر میرے تخیلات میں
گرچہ ہے میری جستجو دیرِ حرم کی نقش بند
گاہ میری نگاہ تیز چیز گئی دل و جود

غلغلہ ہائے آلا ماں بتکہہ صفا میں! (بال جبریل)
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں!
میری فغاں سے رنجِ زکعبہ و سومات میں
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

تو نے یہ کیا غضب کیا! مجھ کو بھی ناشی کر دیا

میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کا کینات میں!

اگر گنجِ رو میں انجم آسمان تیرا ہے یا میرا؟
اگر ہنگامِ مانے شوق ہے لامکانِ خالی
اُسے صبحِ ازل انکار کی جرات ہوئی کون کی؟
محمد بھی تیرا جبریل بھی تو ان بھی تیرا

مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو بھلا تیرا ہے یا میرا؟
خطا کس کی ہے یارب! امکان تیرا ہے یا میرا
مجھے معلوم کیا وہ لازداں تیرا ہے یا میرا؟
مگر یہ حرفِ شیریں ترجمان تیرا ہے یا میرا؟

اسی کو کب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن

زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

تری دنیا جہاں مرغ و ماہی
 تیری دنیا میں محکوم و مجبور
 یہ مشت خاک یہ صحرایہ وسعتِ انلاک
 ٹھہر سکا نہ ہولے چمن میں خیمہ گل !
 قصور وار غریب الدیاد ہوں ، لیکن
 میری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے
 خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
 وہ دشتِ سادہ ، وہ تیرا جہاں بے بنیاد !
 وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہر صیاد !

مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
 انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیادہ !

میری بساط کیا ہے ؟ تباہ و تاب یک نفس !
 کر پہلے مجھ کو زندگی جادواں عطا
 شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا !
 پھر ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا !
 یارب وہ دردِ جسکی کھٹک لا زوال ہو
 کاٹتا وہ دے کہ جسکی کھٹک لا زوال ہو

خدائی اہتمام خشک و تر ہے
 ولیکن بندگی ! استغفر اللہ
 خداوند ! خدائی دردِ سر ہے
 یہ دردِ سر نہیں دردِ جگر ہے

متاعِ بے بہا ہے درد و سوزِ آرزو مندی
 ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ دنیا
 مقامِ بندگی دیکھ نہ لوں شانِ خداوندی
 یہاں مرنے کی پابندی دہاں جینے کی پابندی

تیرے بندہ پر موری سے میرے دل گذر رہے ہیں
 نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ !
 میں کہاں ہوں تو کہاں ہے ؟ یہ مکاں کہ لامکاں ہے
 یہ جہاں میرا جہاں ہے کہ تری کرشمہ سازی ؟

بندہ پریشان و مفلس اور اللہ پاک سے سوالات

اک مفلس خود دار یہ کہتا تھا خدا سے میں کرنیں سکتا کھلے درد فقیری (بال چرخی)
لیکن یہ بتا تیری اجازت سے زشتے کرتے ہیں عطا مرد فرومایہ کو میری

ترے شیشے میں مئے باقی نہیں ہے بت کیا تو میرا ساقی نہیں ہے؟
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم! بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

سوچ تو دل میں لقب ساقی کہلے زیر ہاتھ ابھن پیاسی ہے ادھر یہ پیمانے بے صہا تیرا (باگد)
یہ شکایت نہیں ہیں ان کے خزانے معمور نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرے کاشوہ!

جواب

تو ہی ناداں چند کلیں پر قناعت کر گیا ورنہ کلش میں علاج تنگی دامان بھی ہے
نا اہل کو حاصل ہے کبھی قوت و جبروت ہے نوار زلمنے میں کبھی جو ہر ذاتی! (غریب کلیم)
شاہد کوئی منطق ہونہاں اسکے عمل میں تقدیر نہیں تابع منطق نظر آتی!
ہاں ایک حقیقت ہے کہ معلوم ہے سب کو تاریخ آدم جس کو نہیں ہم سے چھپاتی!

ہر لحظہ قوموں کے عمل پر نظر اس کی

بران صفت تیغ ”پیکر نظر اس کی

اعلان الشریک

شکر شکوہ کو کیا حسن ادا سے تو نے ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے (باگد)
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلا میں کسے رہرو منزل ہی نہیں
ترسیت عام تو ہے جوہر قابل ہی نہیں جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں

ڈومونڈ نئے دالوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

اک بابا اگر مجھ کو اجازت ہو تو پوچھیں

وہ کون آدم ہے کہ تو جس کا ہے معبود؟
 مشرق کے خداوند سفیدانِ فرنگی!
 نر قادر و عادل ہے مگر ترے جہاں میں
 کب ڈولے گا سرمایہ پستی کا سینہ؟
 نارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
 وہ آدمِ خاکِ جو ہے زیرِ سمادات؟
 مغرب کے خداوندِ درخشندہ فلکات!
 ہیں تلخ بہت بندہ مزدور کے اوقات!
 دنیا ہے تری منتظر روزِ مکانات!
 یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ نیرِ پاں چاک

فرمانِ خدا

(فرشتوں سے!)

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگادو
 گرماد غلاموں کا لہو سوزِ لقیں سے
 سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
 جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی
 کیوں خالق و مخلوق میں حائل رہیں پردے
 حق را یہ سجودے صنماں را بطولِ
 میں ناغوش دیزار ہوں مزمز کے سہل
 کاخِ امرا کے در و دیوار ہلادو!
 کنجشکِ فردما یہ کوشا ہیں سے لڑادو
 جو نقشِ کہن تم کو نظر آئے مٹادو
 اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو!
 پیراں کلیسا کو کلیسا سے اٹھا دو!
 بہتر ہے چراغِ حرمِ دیر بجھا دو!
 میرے لئے مٹی کا حرم اور بنادو!

تہذیبِ نوئی کا رگہ شیشہ گراں ہے
 آدابِ جنوں شاعرِ مشرق کو سکھا دو!

نبوت

الہام وحی

ایمان

اور

پند انبیاء

جن کا ذکر کلام اقبال میں ہوا ہے

پانچویں

نبوت

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقہیہ
ہاں مگر عالمِ اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
عصرِ حاضر کی شبِ تاریک میں نے
”وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگِ حشیش“

مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقامِ دُربلیہ
فانش ہے مجھ سے ضمیرِ فلکِ نیلی نام
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
جس نبوت میں نہیں قوت و شرکت کا پیام !

می توانی منکر یزداں شدن
ترجمہ: ہو سکتا ہے کہ تو خدا کا منکر ہو جائے
دل اگر بندہ حق پیغمبری ست
ترجمہ: دل اگر خدا سے وابستہ ہو تو پیغمبری ہے
صد جہاں پیدا رہی نیلی فضا
ترجمہ: اس نیلگوں آسمان کے نیچے بے شمار جہاں ہیں
خلق و تدبیر و ہدایت ابتدا ست
ترجمہ: تخلیق و تدبیر اور ہدایت ابتدا ہے
ہر کجا مہنگامہ عالم بود
ترجمہ: دنیا کے جس حصہ میں بد امنی پیدا ہو
دم عارف نسیم صمد م ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
مشکلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
دلبری بے قاہری جادوگری ست
ترجمہ: دلوں کا موہ لینا قاہری یعنی اقتدار کے بغیر جادوگری ہے اگر دلبری قاہری
کے ساتھ ہو تو پیغمبری است۔

منکر از شان بنی تنواں شدن دجاوید
مگر نبی کی شان کا انکار ممکن نہیں
وز حق بیگانہ گرد کا فری ست
اور اگر خدا سے بے گانہ ہو تو کا فری ہے
ہر جہاں را اولیاً و انبیا وست
اور ہر جہاں کے لئے اولیاء و انبیا ہیں
رحمۃ للعالمین انتہا ست
اسکی انتہا رحمتِ العالمین یعنی پیغمبری ہے
رحمت اللعالمین ہم بود
وہاں ایک رحمتِ عالم ضرور ہوتا ہے
اسی سے ریشہ معنی میں دم دیاں
شہابی سے کلیمی دو قدم
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاف
دلبری یا قاہری پیغمبری ست دربورع
دلوں کا موہ لینا قاہری یعنی اقتدار کے بغیر جادوگری ہے اگر دلبری قاہری
کے ساتھ ہو تو پیغمبری است۔

مصطفیٰ اندر چرا نصرت گزید مدتے جز خویش تن کس را ندید (مجادلہ)
 ترجمہ: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حرامیں تنہائی اختیار کئے ایک مدت تک کسی کو نہیں دیکھا۔
 اد کلیمؑ ادمیؑ واد خلیلؑ او محمدؑ اوستاد کتاب او جبریلؑ
 ترجمہ: مرد حق موسیٰؑ و عیسیٰؑ و ابراہیمؑ او محمدؑ کی مانند ہے اور کتاب اللہ جبریلؑ کی طرح ہے۔

وحی اور الہام

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں راہبر ہونے و توحید تو ربوں کا راجات (ضر بکلم)
 فکر بے نور ترا، جذبِ عمل بے بنیاد! سخت مشکل ہے کہ روشن ہو تب تاریخ
 خوب و نام خوب عمل کی ہو گرہ و اکیوں کر گرجات آپ نہ ہوا شمع اسرارِ حیات

خصوصیت نہیں کچھ آئیں اسے کلیم تری شجرِ جبر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں (بانگ درا)
 مثلِ کلیمؑ ہوا اگر محرکہ آزما کوئی اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ نغمہ (بال جبریل)
 ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہونزول کتاب گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کثافت
 ہے زندہ فقط وحدت انکار سے ملت وحدت ہونا جس سے وہ الہام بھی الحاد (ضر بکلم)
 ہو بندہ آزاد اگر صاحبِ الہام ہے اس کی ننگہ فکر و عمل کے لئے میسر (بال جبریل)
 وحی حق بیندہ سود ہمہ در نگاہش سود و بہبود ہمہ (مجادلہ)
 محکوم کے الہام سے اللہ سے بجائے غارت گرا قوام ہے وہ صورت چنگیز (ضر بکلم)

ایمان

خوف حق عنوانِ ایمان است و لبس خوف غیر از شرک پہناں است و لبس (دروغی)
 ترجمہ: خدا کا خوف ہی ایمان کی بنیاد ہے غیر اللہ کا خوف چھپا ہوا شرک ہے
 آج بھی ہو بے ایمان کا ایمان پیدا آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا (بانگ درا)
 دل بے قید منیٰ بنو رایان کا فری کردہ حرم را مسجد آورده تھاں را بجا کر کردہ (زبورِ عجم)
 ترجمہ: میرا بے قید دل نورِ ایمان سے کفر کیا ہوا ہے۔ کعبہ کو مسجد کرتا ہے اور غلامی تہوں کی کرتا ہے۔

از غلامے لذت ایمان محو گر چہ باشد کہ وہ حافظ قرآن مجاہدیں چہ بایہ
ترجمہ: ایمان کی لذت کسی غلام سے تلاش نہ کرو۔ اگر چہ کہ وہ حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو
یہ آل مومن خدا کا رے ندارد کہ در تن جان بیدار سے ندارد (اورمخارج)
ترجمہ: اس مسلمان خدا سے کوئی تعلق نہیں جو اپنے جسم میں بیدار جان نہیں رکھتا
سر دیں صدق مقال اکل حلال خلوت و جلوت تماشائے جلال (مجاہدینہ)
ترجمہ: دین و ایمان کا راز سچ بات کہنے اور حلال غذا کھانے میں ہے
یہ دو چیزیں تنہائی اور انجمن میں حلال کا تماشا دکھاتی ہیں
در رہ دیں سخت چوں الماس زری دل بحق بر بندو بے دسواکس زری (مجاہدینہ)
ترجمہ: ایمان و دین کے راستہ میں الماس کی طرح سخت رہ
دل کو خدا سے وابستہ رکھو اور بغیر دوسو سوں کے زندہ رہ

کہیں سجاوہ وہ عمامہ رہن
روائے دین و ملت پارہ پارہ
میرا ایمان تو ہے باقی ولیکن
آگ ہے، ادا داد براہیم ہے غمزدہ ہے
ذوق حاضر ہے ترجمہ لازم ہے ایمان خلیل
یقین مثل خلیل آتش نشینی!
سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
براہمی نظر پیدا کر مشکل سے ہوتی ہے
ولایت بادشاہی علم اشیاء کی جہا گیری
ثبات زندگی ایمان محکم سے ہے دنیا میں
کہیں ترس بچوں کی چشم بلیاک دبال جبر
قبائے ملک و ملت چاک در چاک
نہ کھا جائے کہیں شعلے کو غاشاک
کیا کسی کو بچہ کسی کا امتحان مقصود ہے دبا گدھا
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیر مہن
یقین اللہ مستی خود گرینی! دبال جبر
غلانی سے بتر ہے بے یقینی!
ہو کس چھپ چھپ کے سینوں بنایتی ہے تصویریا دبا گدھا
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتہ ایمان کی تفسیر
کہ لمانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

موسیٰ کلیم اللہ کفر اور اسلام کا راز سمجھاتے ہیں

(تصنیف بر شعر ملار مخنی دانش)

ایک دن اقبال نے پوچھا کلیمؑ طور سے
آتش نمرود ہے اب تک جہاں میں شعلہ ریز
تھا جواب حبیبؑ سینا کہ مسلم ہے اگر
ذوق حاضر ہے تو پھر لازم ہے ایمانِ خلیلؑ
ہے اگر دیوانہؑ غائب تو کچھ پروا نہ کر
عارضی ہے شانِ حاضر سطوتِ غائبؑ
شعلہ نمرود ہے روشن زمانہ میں تو کیا
”نورِ مابجوں آتشِ سنگ از نظرِ نہاں خوش است“
اے کہ تیرے نقشِ پایا سے وادی سینا چین (ہانگ بھا)
ہو گیا آنکھوں سے نہاں کیوں ترا سوز کہن
چھوڑ کر غائب کو تو حاضر کا شیدائی نہ بن
ورنہ خاکستر ہے تیری زندگی کا پیر بن
نقظرہ وادیِ فاراں میں ہو کر خیمہ زن
اس صداقت کو فحش سے ہے ربطِ جانِ دین
”شمعِ خود را می گذار و در میانِ ابھمن“
”نورِ مابجوں آتشِ سنگ از نظرِ نہاں خوش است“

خَضِرُ عَلَیہِ السَّلَام

ساحلِ دریا پہ میں اک رات تھا محوِ نظر
شب سکوت افزا ہوا آسودہ دریا نہم کیر
جیسے جمہوارہ میں موج آتا ہے طفلِ شیرخوار
رات کے افسوں سے طائرِ آشیاں میں کیر
دیکھتا کیا ہوں کہ وہ بیگہ جہاں پہیا خضر
کبہ دہا ہے جھم سے اے جو یائے اسرار ازل
چشمِ دلِ وا ہو تو ہے تقدیرِ عالم بے حجاب !
گوشتِ دل میں چھپا اک جہاں اضطراب
حقّی نظرِ چراں کر یہ دریا ہے یا تصویرِ آب
موج مضطرب کی کہیں گہرائیوں میں مست خواب
انجم کم ضو تھا گرفتارِ طلسمِ ماہتاب !
جس کی پیری میں ہے ماندِ سحر رنگِ شباب

مٹا دیا میرے ساتھی عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مٹے لایلاہ اِلاہُ

خاتم النبیین

ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہ کرام رض

طلوع اسلام اور عروج اسلام کے ادوار

لبیک ششم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے غلام اقبال کی زبان

قوت عشق سے ہر لبیت کو بالا کر دے
 خیمہ افلاک کا استادہ سنی نام سے ہے
 دشت میں دامن کہسا میں میدان میں ہے
 چین کے شہر مراش کے بیاباں میں ہے
 تپش انداز ہے اس نام سے پار کی طرح
 چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
 ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
 یہ نہ ساتی ہو تو پھر مئے بھی نہ ہو خرم بھی نہ ہو
 مثلاً دیا میرے ساتی نے عالم من دو تو
 تو اے مولا کسے شرب آبِ نیری جاہ بازی کی
 اسی دریائے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
 تباہ میرے ضمیر میں معرکہ کہیں ہوا
 سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
 وہ دانائے قبلِ حتم الرسل مولا کل جس نے
 نگاہ عشق وستی میں وہی ادل وہی آخر

دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے (بالکلام)
 نفس ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
 بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
 اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
 غوطہ زن نور میں ہے آنکھ کے تارے کی طرح
 زینتِ شاں زینتِ لک ذکر و دیکھے
 چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
 بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
 پلا کے مجھ کو مئے لَدِ اللہ اَلَا هُوَ (بالجبریل)
 میری دانش ہے افرنکی میرا ایمان ہے زنا کی
 نہنگوں کے نشین جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا
 عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب
 کہ عالم بشریت کی زد میں گردوں!
 غبارِ راہ کو بخشا فردغ دادی سینا
 وہی قرآن وہی فرائد بھی لیں دہی طایا!

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
وحدت کی لے سنی تھی دنیا نے تیں مکان سے
میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی
خوشادہ دقت کر شرب مقام تھا اسکا
نوشادہ دور کہ دیدار عام تھا اس کا

شب معراج

(۱)

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جبکہ وہ ہے آج کی رات
رہ یک گام ہے بہت کے لئے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

قصیدۂ معراجیہ

(۲)

ہر دو جہاں میں ذکر حبیبِ خدا ہے آج
معراج مصطفیٰ سے کھلا عقدہ حیات
ہر ذرے کی زبان پر صلّٰی علیٰ ہے آج
روحِ نبی میں جلوۂ روحِ خدا ہے آج
ہر لمحہ ذکر و فکر میں درسِ بقا ہے آج
اور رشتہ زماں دسکان کٹ گیا ہے آج
روحِ الایں بھی شوق میں مدّت سہرا آج
طاہرِ حریمِ قدس کے سب نغمہ سنجائییں
جو منتظر ازل سے تھا اس کے قدم کا
بہر نیچا وہ گنبد پہ در کھلا ہے آج
از فرش تا بہ عرشِ صدامِ حبا ہے آج
یہ رات دم ہے جس پر کرے رشکِ کائنات
عشقِ نبوی میں قبلہ نما سے ہوں بے نیاز
سایہ ہر ایک سایہ بالِ ہما ہے آج
نورِ یقین سے قلب ہی قبلہ نما آج

اقبال آ کہ پھر اسی جو کھٹ پہ جھٹک پڑیں
آغوشِ رحمتِ اس کی اسی طرح ہے آج

مختصر رسالت مآب میں

گزراں جو مجھ پر یہ ہنگامہ کرمانہ ہوا جہاں سے باندھ کے سخت سفر روانہ ہوا (باگِ دہلی)
 قیودِ شامِ دگر میں بسر تو کی لیکن نظامِ کائناتِ عالم سے آشنا نہ ہوا

فرشتے بزمِ رسالت میں لے گئے مجھ کو
 حضور آئیے رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضورؐ لے اے عندلیبِ باغِ حجاز! کلی کلی ہے تری گرتی نوا سے گداز
 ہمیشہ سرخوش جامِ دلا ہے دل تیرا نسا دگی ہے تری غیرتِ سجدِ نیاز
 اڑا جو پستی دنیا سے تو سوئے گردوں سکھائی تجھ کو ملائکتے رنعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے بزرگِ بلا آیا
 ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا؟

حضورؐ! دہر میں آسودگی نہیں ملتی تلاشِ حسی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
 ہزاروں لالہ دگل ہیں ریاضِ ہستی میں وفا کی جس میں ہو "وہ کلی نہیں ملتی
 مگر میں نذر کو اک آگینہ لایا ہوں جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی
 جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
 طرا بلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

اے تجھ سے دیدہ نہ داغِ فردغِ مگر اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

شفاف خانہ حجاز (حُبِ رسولؐ)

اک پیشوائے قوم نے اقبال سے کہا کھلے کو جدہ میں ہے شفاف خانہ حجاز
 ہوتا ہے تیری خاک کا ہرزہ بے قرار سنتا ہے تو کسی سے جو افسانہ حجاز
 دستِ جنوں کو اپنے بڑھا جیب کی طرف مشہور تو جہاں میں ہے دیوانہ حجاز

دارالشفاحوالی بطحا میں چاہیے
نہض مریض پنجہ عیسیٰ میں چاہیے (دہلی دہا)
میں نے کہا کہ موت کے پردے پر حیات پوشیدہ جس طرح ہو حقیقت مجاز میں
تلفی نہ اجل میں جو عاشق کو مل گیا پایا نہ خضر نے مئے عمر دراز میں
اوروں کو دیں حضور یہ پیغام زندگی میں موت ڈھونڈتا ہوں زمین حجاز میں
آئے ہیں آپ لے کے شفا کا پیام کیا؟
رکھتے ہیں اہل درد مسیحا سے کام کیا؟

مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دین ہمہ اُدست
ترجمہ: اپنے آپ کو مصطفیٰؐ تک پہنچا دیا یعنی سنت کی پیروی کی تو
سمجھ لے کہ اصل اسلام یہی ہے۔
(ارمغان حجاز) اگر بہ اُد نہ رسیدی، تمام بو بہیمی است
ترجمہ: اگر مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم تک تیری رسائی نہ ہوئی تو
سمجھ لے کہ تیرا عمل کیا ہی اچھا کیوں نہ ہو بو لہمی ہے۔
یہ نکتہ پہلے سکھایا گیا کس امت کو
وصال مصطفیٰؐ، افتراق بو لہمی! اذفر بکیم،
نہیں وجود عدد و دشواری سے اس کا
محمدؐ عربی سے ہے عالم عربی!
ہر زمین میں دگرگوں ہے طبیعت اکی
بھی شمیر محمدؐ ہے، بھی چوب کیم!
الحذر آئیں پیغمبر سے سوار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما مرد آفرین
(ارمغان حجاز)

خواب گاہ مصطفیٰؐ یعنی مدینہ کی زمین

وہ زمین ہے تو، گمراہ خواب گاہ مصطفیٰؐ
خاتم ہستی میں تو تاباں سے مانند نگیں
دید ہے کجے کو تیری حج اکبر سے سوا (دہلی دہا)
اپنی غفلت کی دلدات گاہ تھی تیری زمیں
تجوہ میں راحت اس شہنشاہ معظمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوام عالم کو ملی
کام لیوا جس کے شایشاہ عالم کے ہوئے
جانیشیں قیصر کے، دارش مند بزم کے ہوئے

ہے اگر قومیت اسلام پابند مقام
ہندی بنیاد ہے اسکی نہ فارس نہ شام (دباگل)
آہ! یثرب! دیس ہے مسلم کا تو ماویٰ ہے تو
نقطہ عازب تاثر کی شعاعوں کا ہے تو
جب تک باقی تو دنیا میں باقی ہم بھی ہیں
صبح ہے تو اس چمن میں گوہرِ شبِ نیم بھی ہیں

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل هو اللہ کی ششیر ہے خالی ہے نیام
(ضربِ کلیم)

اے روحِ محمد

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ایترا
اب تو ہی بت، تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذتِ آشوب نہیں بکھرے ہیں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں نہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ دراصلہ دزداد
اس کو دہیا باں سے مٹی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمد!
آیاتِ الہی کا نگہباں کدھر جائے

خوابِ گاہِ نبیؐ پہ رورو کے

کل ایک شوریدہ خوابِ گاہِ نبیؐ پہ رورو کے کہہ رہا تھا
کہ مصر و ہندوستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں
یہ زائرِ حرمِ مغرب ہزار رہبرِ بینیں ہمارے
ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں
غضب ہیں یہ مرشدانِ خود بین "خدا تیری قرم کو بچائے
بگاڑ کر تیرے مسکوں کو یہ اپنی عزت بنا رہے ہیں
سنے گا اقبال کون انکو یہ انجمن ہی ساری بدل گئی ہے
نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنارہے ہیں

ایک حاجی مدینہ کے راستے میں

دہانگہ

اس بیاباں یعنی بحرِ تنگ کا ساحل ہے دور
 پہنچ گئے جو ہو کے بیدل سوئے بیت اللہ پھر سے
 موت کے زہرِ ابلیس میں پائی ہے اس نے زندگی!
 ہائے شربِ دل میں لب پر غرہ تو حید تھا
 شوق کہتا ہے کہ تو مسلم ہے بیباک نہ چل
 عاشقوں کو روزِ محشر نہ دکھاؤں کیا؟
 ہجرت مدینہ شرب میں ہی مخفی ہے راز
 عشق کی لذت مگر خطروں کی جانیکا ہی میں ہے
 اور تاثر آدمی کا کس قدر بیباک ہے!

قافلہ لوٹا گیا صحرا میں اور منزل ہے دور
 ہم سفر میرے شکارِ دشمنِ رہزن ہوئے
 اس بخاری نوجوان نے کس خوشی سے مجا دی!
 خنجرِ رہزن اسے گویا ہلالِ عید تھا
 خوف کہتا ہے کہ شرب کی طرف تنہا نہ چل
 بے زیارت سوئے بیت اللہ پھر جاؤں گا کیا؟
 خوف جان رکھتا نہیں کچھ دشتِ پہلے حجاز
 گو سلامت محلِ شامی کی ہمراہی میں ہے
 آہ! یہ عقلِ زیاں اندیش کیا جالاک ہے

اے بادِ صبا! کھلی والے سے جا کر کہو پیغامِ میرا

قبضے سے امت بیچارہ کی دین بھی گیا دنیا بھی گئی
 ہے دور وصالِ بحرِ افی تو دریا میں گھبرا بھی گئی
 غل جو گیا عزت بھی گئی غرت بھی گئی لیلہ بھی گئی
 آوارہ گئی فطرت بھی گئی اور کس کش دریا بھی گئی

اے بادِ صبا! کھلی والے سے جا کر کہو پیغامِ میرا
 یہ موج پریشاں خاطر کو پیغامِ لبِ ساحل نے دیا
 عزت ہے محبت کی قائم اے تیس حجابِ محل سے
 کی ترک تنگ دو قطر سے نہ تو ابرو کو ہر بھی ملی

نکلی تو لبِ اقبال سے ہے کیا جانے کس کی ہے یہ صدا
 پیغام سکوں پہنچا بھی گئی دلِ محفل کا ترپا بھی گئی

حب رسولؐ

جنگ پر موک - حضرت ابو عبیدہ اور نوجوان مجاہد عاشق رسولؐ

صف بست تھے عرب کے جوانانِ تیغ بند
تھی منتظر حسا کی عروس زمین شام
اک نوجوان صورت سیما مضطرب
آکر ہو امیر عسا کر سے ہم کلام
اے ابو عبیدہ رخصت پیکار دے مجھے
لبریز ہو گیا مرے صبر و سکون کا جام
بیتاب ہو رہا ہوں فراق رسولؐ میں
اک دم کی زندگی بھی محبت میں ہے حرام
جاتا ہوں میں حضورؐ رسالت پناہ میں
لیجاؤ نگا خوشی سے اگر ہو کوئی پیام
یہ ذوق دشوق دیکھ کے پر غم ہوئی وہ آنکھ
جس کی نگاہ تھی صفت تیغ بے نیام
بولو امیر فوج کہ وہ نوجواں ہے تو
پیردں پر ترے عشق کا داج بیا، احترام
پوری کرے خدا نے محمدؐ تری مراد!
پہنچے جو بارگاہ رسولؐ امیں میں
کرنا یہ عرض میری طرف سے پس از سلام

ہم پر کرم کیا ہے خدا نے غیور نے
پورے ہوئے جو وعدے کئے تھے حضورؐ نے

(دہانگہ)

صحابہ کی شان

صحابہ کی زبان سے نہیں ان کے اعمال کی زبان سے

ہم سے پہلے تھا عجیب ترے جہاں کا منتظر
کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر
بس رہے تھے یہیں سلجوتی بھی تو رانی بھی
اہل چین چین میں، ایران میں ساسانی بھی
اس مہم میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی
تھے یہیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں کہیں روتے کہیں دریاؤں میں

دیں اذائیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
 شان آنکھوں میں نہ سمجھتی تھی جہانداروں کی
 ہم جو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیئے
 مل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اُٹھ جاتے تھے
 تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
 نقشِ توحید کا ہر دل میں بٹھایا ہم نے
 تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درخیز کس نے
 توڑے مخلوق خداوند کے پیکر کس نے
 کس نے ٹٹا کیا آتش کہہ ایران کو
 کونسی قوم فقط تری طلب گار ہوئی
 کس کا شمشیر جہاں گیر جہاں دار ہوئی
 کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
 آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
 محفل کون دمسال میں سحر و شام پھرے
 کوہ میں درشت میں لیکر ترا پیغام پھرے
 صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے
 دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ پھوڑے ہم نے
 منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوال گئے
 بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے

کبھی افریقہ کے پتلتے ہوئے صحراؤں میں
 کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
 اور مرتے تھے ترے نام کی عظمت کیئے
 پاؤں شیریں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے
 تیغ کیا چیز ہے ہم تو پس لڑ جاتے تھے
 زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے
 شہرِ قیصر کا جو تھا اسکو کیا سر کس نے
 کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے
 کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزداں کو
 اور تیرے لئے رحمت کش پیکار ہوئی
 کس کی تکبیر سے دنیا تری بیدار ہوئی
 منہ کے بل گر کے ہوا اللہ احد کہتے تھے
 قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
 میں توحید کو لے کر مفت جام پھرے
 اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے
 نوع انسان کو غلامی سے پھڑپھڑایا ہم نے
 بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
 اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے
 ہے خوشی ان کو کہ کعبے کے نگہبان گئے

ترے کعبے کو جبینوں سے بایا ہم نے

ترے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے

حضرت ابو بکر صدیقؓ کبر

ایک دن رسولِ پاکؐ نے اصحابؓ سے کہا
ارشادِ رسن کے فرطِ طرب سے عمرؓ اٹھے
دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے غزوہ
لائے غرض کہ مالِ رسولؐ ایل کے پاس
پوچھا حضورؐ سرورِ عالمؐ نے اے عمرؓ
رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تم نے کیا؟
کی غرض نصف مال ہے فرزندِ ذرا کی حق
لتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ فنا سرشت
ملکِ یمن و درہم و دینار و رخت و جنس
بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
اے تجھ سے دیدہ مہرِ داغِ زخمِ فرغِ گیر

پروانہ کو چراغ ہے لبیل کو بھول بس

صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس

صدیق اکبرؓ علامہ اقبال کے خواب میں تشریف فرما نصیحت

(۲)

- ۱۔ من شبے صدیقؓ را دیدم بخواب
- ۲۔ آن من ان کس بر ملا سے ما
- ۳۔ ہمت او گشت ملت را جو ابر
- ۴۔ گفتمش اے خاصہ خاصانِ عشق
- گل ز خاکِ راہ چیدم بخواب (روزِ بخواب)
- آن کلیمِ اول سینا سے ما
- ثانی اسلام و غار و بدر و قبر
- عشق تو سرِ مطلعِ دیوانِ عشق

۵۔ پختہ از دستت اسکی کارما چارہ فرمائیے آزارِ ملا ! دروز
 ۶۔ گفت تا کے درہوس گردی اسیر آب و تاب از سورہٴ اخلاص گر
 ترجمہ (۱) : علامہ اقبال فرماتے ہیں ایک شب میں نے خواب میں اس ذاتِ گرا
 دیکھا جن کا نام پاک صدیقؑ ہے۔ میں نے خواب ہی میں آپ کے قدموں کی
 سے پھول چن لئے۔

(۲) وہ صدیق اکبرؑ جن کے بارے میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ مجھ پر بلحاظ رفاقت
 بلحاظ مال و دولت ابو بکرؓ کے اس قدر احسانات ہیں کہ دنیا میں کسی کے ہنہ
 جو اسلام کو سب سے پہلے قبول کرنے والی جلیل القدر ہستی ہے۔
 (۳) اس پاک ہستی کی ہمت امت کے لئے ابرِ رحمت کی طرح سرور پر رہی جس نے امر
 کی کفایت پر برس کرامت کی کفایتی کو سرسبز و شاداب فرمایا۔

(۴) آپ اسلام کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے اسی طرح واقعہ معراج کی سب سے
 پہلے تصدیق فرمانے والے غارِ ثور میں اللہ اور رسولؐ کے ساتھ رہنے والے اور وفات
 رسالتِ مآب سے دالبتہ رہنے والے ہیں یعنی پہلو میں استراحت فرما رہے ہیں۔

(۵) جب خواب میں آپ کی جلیل القدر ہستی مجھے نظر آئی تو میں نے پوچھا اے عشقِ
 عارف اے خاصہٴ خاصانِ عشق کے دیوان کے مطلع یعنی شعرا و لیں میں آپ
 اپنے دستِ مبارک سے ہمارے بگڑے کاموں "یعنی قوم کے زوال کی سچ
 انداز سے چارہ سازی فرمائیے اور زوال کی راہ سے بچائیے۔

(۶) اس مقدس ہستیؑ نے مقدس زبانِ مبارک کو جنبش دی اور اس طرح رہنمائی
 "کب تک ہونٹس اور خواہشات کا شکار رہو گے۔ آنکھیں کھولو اور سورہٴ اخ
 سے روشنی حاصل کر کے زوال کے غار سے باہر آؤ۔

دل کی بیداری اور مقامِ حضرت فاروقِ کُبریٰؓ حضرت علیؓ خالص

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری
 مسکرم کے حق میں کیسی بے دل کی بیداری دبا
 بڑھ کے خیمہ سے ہے یہ محرکہ دین و وطن
 اس زمانہ میں کوئی حیدر کرا رہی ہے

زوالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر
یا خالدؑ جانباز ہے حید کرازؑ ! (طربکیم)
معرکہٴ وجود میں بدر و حسینؑ ہی ہے عشق ! (بال جبریل)
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے (بالک دہل)
عشق والے جسے کہتے ہیں بلالی دنیا
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے جلالِ فراتؑ بال جبریل
دلِ مرتضیٰؑ سوزِ صدیقؑ دے
بدلتے رہتے ہیں انداز کوئی دشنام
نہایت اسکی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

کمالِ عشق و مستی ظرفِ حیدر
قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
صدیقِ خلیلؑ ہی ہے عشقِ جبریلؑ ہی ہے عشق
حیدری فقر ہے نہ دولت عثمانی ہے
گرمی مہر کی پروردہ بلالی دنیا
قافلہٴ حجاز میں ایک حسینؑ بھی نہیں
تڑپنے پھڑکنے کی تو فنیق دے
حقیقتِ ادی سے مقامِ شبیری
غیب و سادہ درنگیں ہے طاسانِ حرم

حضرت علیؑ کی شان

بچوں علیؑ درسا زبانِ شعیر
گردنِ مرجب شکنِ خیر بگیسر (موز بخودی)
ترجمہ: حضرت علیؑ شعبن کی غذا جو کی روٹی تھی۔ کس طرح جنگِ خیبر میں مرجب جیسے
پہاڑ نما پہلوان کی گردن اڑادی۔

۱۔ یا ذی آل تاجدارِ صل آئی
مرتضیٰؑ مشکل کشا شیرِ خدا
۲۔ یا شاہِ کلمہ ایرانِ اد
یکِ حمامِ بیکِ زرہ سامانِ اد
ترجمہ: (۱) حضرت خاتونِ جنتؑ تاجدارِ صل آئی حضرت علیؑ مشکل کشا شیرِ خدا کا
اہلیہ ہیں وہ حضرت علیؑ جو فقر کی سلطنت کے شہنشاہ تھے۔

۲۔ جو درحقیقت زبردست بادشاہ ہیں۔ اس عالیشان بادشاہ کا محل ایک چھوٹا
جھونپڑا اور کٹیا تھی اور فقر کے شہنشاہ کا ساز و سامان کرد و درادر خزانے کی کل
کائنات ایک تلوار اور ایک زرہ تھی۔

حضرت بلالؓ

(۱)

چمک اٹھا جو ستارہ ترے مقدرا
ہوئی اسی سے ترے غم کدے کی آبادی
وہ آستانہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
نظر تھی صورتِ سلمانؓ اداسناں تری
تجھے نظارے کا مثل سلیم سودا تھا
مدینہ تری نگاہوں کا نور تھا گویا
تری نظر کو ری دید میں بھی حسرت دید
گری وہ برق تری جانِ ناشکیبا پر
پیش بہ شعلہ گرفتند و بردل تو زدند
ادلے دید سراپا نیاز تھی تیری
اذان ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ شرب مقام تھا اس کا

خوشا وہ در کہ دیدار عام تھا اس کا

حضرت بلالؓ

(۲)

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
بولا فکے سکندر رومی کا ایشیا
تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دنیا کے اس شہنشاہِ انجم سپاہ کو
اہلِ قلم میں جس کا بہت احترام تھا
گردوں سے بھی بلند تر اس کا مقام تھا
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے تمام تھا
حیرت سے دیکھتا ملکِ نیل نام تھا

آج ایشیا میں اسکو کوئی جانت نہیں تاریخِ دال بھی اسے پہچانتا نہیں (ہنگوئل)
 لیکن بلالؓ وہ حبشی زادہ حقیر فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر
 جس کا میں ازل سے ہوا سیتہ بلال محکوم اس صدا کے ہیں شاہنشاہِ فقیر
 ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط کر قہ ہے جو غریب کو ہم پہلوئے امیر
 ہے تازہ آج تک وہ نزلے جگر گزار صدیوں سے سن رہا ہے جسے گوشِ جرجرِ پیر
 اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
 رومی فنا ہوا، حبشی کو دوام ہے

شانِ سلمان فارسیؓ

فارغِ اربابِ دام و اعمام باش ہمسجورِ سلمانؓ زادہ اسلام باش
 ترجمہ و مطلب : تو بھی سلمان فارسیؓ کی طرح بن جا۔ جس طرح سلمان فارسیؓ سے
 پوچھا گیا کہ آپ کا نسب و حسب کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ سلمان ابن
 اسلام یعنی میں سلمان ہوں اور اسلام کا بیٹا۔ تو بھی اسلام پر فخر کر اور
 اپنے باپ دادا پر فخر کرنا چھوڑ دے۔

مقام بندہ مومن کا ہے درائے سپہر
زمین سے تا بہ ثریا تمام لات و منات

(ارمخال مجاز)

کافر اور مومن

مسلم کی پیدائش کا مقصد اور ہمتِ سام
مقامِ اعلیٰ مومن و مسلمان - پابندی احکامِ الہی
اور اسلام

اِسْلَام

زندگانی کے لئے نازِ خودی نور و حضور!
گر چہ اس روح کو فطرت نے رکھا ہے ستور
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقیرِ غنیور!

(ضربِ کلیم)

روحِ اسلام کی ہے نورِ خودی تارِ خودی
یہی ہر چیز کی تقریم، یہی اصل نمود
فقط اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر

باب ہشتم

کافر اور مومن

کافر ہے مسلمان تو نہ شاہی نہ فقیری مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی (بال تحریر)
 کافر ہے تو ہے تابع تقدیر مسلمان مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیر الہی
 کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
 کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم آسمان میں آفاق
 طبع مسلم از محبت قہار است مسلم از عاشق نباشد کافر است (سراغوی)
 نبہ: مسلمان کی فطرت محبت کی بنا پر قہاریت اختیار کرتی ہے اگر مسلمان عاشق
 نہ ہو تو وہ کافر ہے۔

کافر بیدار دل پیش منہم بہ ز دیندارے کہ خفت اندر حرم
 یہ: اگر کوئی کافریت کے سامنے بیدار دل ہے وہ اس دیندار سے بہتر ہے جو حرم
 میں سویا ہوا ہے۔

مومن از عزم و توکل قہار است گرنہ دار این دو جو ہر کافر است دل پر با کڑ
 یہ: مومن اپنے عزم و توکل کی بنا پر دبدبے والا ہے جس میں یہ دو جوہر نہ ہوں وہ کافر ہے۔
 دل بے قید من بانور ایمان کافری کردہ حرم را سجدہ آورده بتان راجب کری کردہ (ذیل و عجم)
 یہ: میرا بے قید دل نور ایمان سے کفر کیا ہوا ہے۔ کعبہ میں سجدے کرتا ہے اور
 نوکری جتوں کی کرتا ہے۔

منکر حق نزد ملا کافر است منکر خود نزد من کافر تراست
 یہ: ملا کے نزدیک خدا کا انکار کرنے والا کافر ہے اور میرے نزدیک سب سے
 بڑا کافر وہ ہے جو خود کا منکر ہے۔
 اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی نہ تو مرد مسلمان بھی کافر و زندیق (بال تحریر)

مسلم کی پیدائش کا مقصد اور بہت مسلم

(جون ۱۹۱۲ء میں "مسلم" پر "بانگ درا" میں علامہ اقبال نے اٹھارہ اشعار لکھے ہیں ان میں سے آٹھ اشعار پیش ہیں)

بنفص موجودات میں پیدا حرات اس ہے
حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا
دہر میں غارت گر باطل پرستی میں ہوا
میری ہستی پیرہن عریانی عالم کی ہے
قسمت عالم کا مسلم کو کب تاب نہ رہے
آشکارا ہیں میری آنکھوں پر اسرارِ حیات
کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
حدیثِ بندہ مومن دل آویز
میسر ہو سکے دیدار اس کا

اور مسلم کے تخیل میں جبارت اس سے ہے
اور مجمع اسکی حفاظت کے لئے پیدا کیا
حق تو یہ ہے حافظ ناموس ہستی میں ہوا
میرے مٹ جانے سے رسوائی بھی آدم کی ہے
جس کی تابانی سے افسونِ سحر شرم نہ ہے
کہہ نہیں سکتے مجھے نویدِ پیکارِ حیات
ہے بھر دس اپنی ملت کے مقدر پر مجھے
فتحِ کمال کی خبر دیتا ہے جوشِ کارِ راز
جگر پر خوں، نفس روشن، نگہ تیز
کہ ہے وہ ردتِ محفل کم امیر

(ارضا خان)

مسلمان کی شان اور اس کا مقام اعلیٰ

(بانگ درا)

پورے ہے چرخِ نیلی نام سے منزلِ مسلمان کی
مکانِ فانی مکیں فانی ازل تیرا ابد تیرا
جنا بند عرسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
توئی فطرتِ امیں ہے نمکتا زہ گمانی کی
جہاں کب وگلی سے عالمِ جادید کی خاطر
یہ نکتہ سرگزشتِ ملتِ بیضنا سے ہے پیدا
جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
ہزاروں سالِ نرگسِ پنی بے توری پہ روتی ہے

سارے جسکی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
خدا کا آخری پیغام ہے توجہ دار تو ہے
توئی نسبتِ بڑا ہی ہے مہارِ جہاں تو ہے
جہاں کے جوہرِ مضمحل کا گویا امتحاں تو ہے
نبوتِ ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغان تو ہے
کہ اقوامِ زمین ایشیا کا پاسباں تو ہے
جگر خوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے سحر پیدا
بڑی شکل سے ہوتا ہے چین میں دیدہ و پیدا

مقامِ اعلیٰ مومن و مسلمان

عالم ہے نقطہ مومن جانناز کی میراث
جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی
ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
اسکی امیدیں تلخیل اس کے مقاصد جلیں
خاک کی و نوری نہاد بندہ مولا صفات
نرم دم گفتگو، محرم دم جستجو
نقطہ پر کار حق مرد خدا کا یقین
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا مال ہے وہ
ہو حلقہ یا ماں تو بریشم کی طرح نرم
انلاک سے ہے اس کی حرفیہ نہ کشاکش
باطل سے دینے والے لے آسمان نہیں ہم
جتنے نہیں کنجشک و حماں اس کی نظر میں
بتا دیں تجھ کو مسلمان کی زندگی کیا ہے
عناصر اسکے ہیں روح القدس کا ذوق جمال
طلوع ہے صفت آفتاب اس کا غروب
جہاں میں اہل ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
نہ اس میں عصر رواں کی حیا سے ہیزاری
مومن پر گراں ہیں یہ شب و روز
مومن کی اسی میں ہے امیری
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
ہوں آتش نمود کے شعلوں میں بھی خاموش

مومن نہیں جو حساب لولاک نہیں ہے (بال حیرت)
مرے کلام پر حجت ہے نکتہ لولاک
غالب و کار آفرین کا رکش کار ساز
اس کی ادا و لغیب اسکی نگہ دل نواز
ہو دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
رزم ہو یا نرم ہو پاک دل و پاکباز
اور یہ عالم تمام دہم و طلسم و لجاز
حلقہ آفاق میں گرمی فصل ہے وہ
رزم حق و باطل ہو تو فرلا دے مومن (فر یکلم)
خاک کی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
سربار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا (بال کمال)
جبرئیل و سراپیل کا صیاد ہے مومن (فر یکلم)
یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں
عجم کا حسن طبیعت عرب کا سوز دروں
یگانہ اور مثل زمانہ گونا گوں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے (بال کمال)
نہ اس میں عہد کمین کے فسانہ و انفریں (فر یکلم)
دین و دولت شمار بازی!
اللہ سے مانگ یہ فقیری!
مومن کا مقام ہر کہیں ہے (بال حیرت)
میں بندہ مومن ہوں نہیں رائے اسپند!

خاشاک کے تودے کو کہے کوہ و مادنبا دبال جبریل
 قوت فرمانروا کے سامنے بیباک ہے دبانگ
 جہاں ہے ترسے لئے تو نہیں جہاں کے لئے دبال جبریل
 قدم اٹھا! یہ مقام انتہائے راہ نہیں! دفریکہ
 نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی دبال جبریل
 حوروں کو شکایت ہے کم آئینہ ہے مومن دفریکہ
 عدل اس کا تھا قوی لوث دمرائے پاک دبانگ
 تھا شجاعت میں ایک ہستی فوق الادراک
 اس کے آئینہ ہستی میں عمل جو ہر تھا
 ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا
 نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
 انوث کی جہاں گیری محبت کی فراوانی
 گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان دفریکہ
 یہ چار عناصر ہوں تو بنت ہے مسلمان
 ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشاں
 قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن
 دنیا میں بھی میزان قیامت میں بھی میزان
 دریاؤں کے دل جس کے دل جائیں وہ طرنا
 آہنگ میں بکھا صفت سورہ "رحمن"
 پیش فرعون نے سرکش افگندہ نیست دہرا فری

مشکل ہے کہ اک بندہ حق میں جتنی اندیش
 بندہ مومن کا دل بیم دریا سے پاک ہے
 نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے
 فرنگ بہت آگے ہے منزل مومن
 شہادت ہے مطلوب مقصود مومن
 کہتے ہیں فرشتے کہ دلاویز ہے مومن
 دمِ تقریر حق مسلم کی صداقت ہے پاک
 شجر فطرت مسلم تھا سچا سے نمِ نمناک
 ہر مسلمان رگِ باطل کے لئے نشتر تھا
 جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا
 کوئی اندازہ کر سکتا ہے اسکے زور بازو کا
 یہی مقصود فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
 ہر لحظہ ہے مومن کی نمائندگی ان
 قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
 ہمسائیہ جبریل میں بندہ خاکی
 یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
 قدرت کے مقاصد کے عیار اس کے ارادے
 جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
 فطرت کا سرد ازلی اس کے شب و روز
 ما سوا اللہ را مسلمان بندہ نیست

ترجمہ: مسلمان اللہ کے سوا کسی اور کا غلام نہیں ہوتا۔ وہ کسی بھی فرعون صفت
 ظالم کے آگے سر خم نہیں کرتا۔

بندہ در ماندہ را گوید کہ خیر
 ہر کہن مجبور را کن ریز ریز دچہ بابر دچہ

ترجمہ: مومن بندہ پس ماندہ اور کچھڑے ہوئے بندے کو کہتا ہے کہ اٹھو اور ہر
 پرانے مجبور کو بچھو بچھو کر دے۔

خبر را او بازی داند ز شمشیر
از تنگا ہش علیے زیر وزبر (چہ بابر کرد)
ترجمہ: مومن غیر کو شرمے الگ جانتا ہے۔ اپنی اشارے پر ایک عالم
تہ وبالا ہو جاتا ہے۔

مرد مومن از کمالات وجود
اد وجود و غیراد ہر شے نمود
ترجمہ: مرد مومن اللہ کے کمالات سے وجود پاتا ہے صرف اس کا وجود معتبر ہے
باقی سب دکھاوا ہے۔

نشان مرد حق دیگر چہ گویم
جو مرگ آید تبسم بر لب اوست
ترجمہ: مرد حق کی نشانی اس کے سوا کیا بتلاؤں کہ جب موت آتی ہے تو اس کے
ہونٹوں پر تبسم ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے عروج کا دور جو تیریا کی چوٹی سے بھی بلند تھا فتوحات قدم جو م رہی تھیں اور مسلم احکام الہی کا پابند تھا

یورپ میں جس گھڑی حق و باطل پہ چھڑ گئی
گر د صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہوئی
حق خنجر آزمائی پہ مجبور ہو گیا (دہانگ دلا)
لشکرِ حصار اور نہ میں محصور ہو گیا
روئے امید آنکھ سے مستور ہو گیا
آئین جنگ شہر کا دستور ہو گیا
شاہیں گدائے دائرہ عصفور ہو گیا
گرما کے مثل صاعقہ طور ہو گیا
فتویٰ تمام شہر میں مشہور ہو گیا
لیکن فقیہ شہر نے جس دم نہی یہ بات
”ذمی کا مال لشکر مسلم پہ ہے حرام“
چھوٹی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا

ہے میرے سینہ بے نور میں اب کیا باقی
لا الہ مردہ و افسردہ بے ذوق نمود!

عبادات کا مقام اعلیٰ
مگر

آج کا مسلمان اور لا الہ الا اللہ

اور توحید

عبادات • اذان • نماز • حج • طواف • قربانی

آج کا مسلمان جہاد اور مسلح جہاد

• مسلمانانِ عالم اور انکی تباہی اور بیماریاں

• گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

لب لبک

آج کا مسلمان اور لا الہ الا اللہ

خود نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
حریف نکتہ توحید ہو سکا نہ حکیم
ہے میرے سینے بے نور میں اب کیا باقی
اسی سرد میں پوشیدہ موت بھی پتری
آہ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں
وہ رمز شوق کہ پوشیدہ لا الہ میں ہے
سرور جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
لا الہ اندر نمازش بود و نیست
بہ ۱۔ اسکی (ہمارے آبا کی) نماز سے لا الہ ظاہر تھا مگر اب ہم میں
نہیں رہا۔ ہمارے آبا کی نیا زندگی میں نماز تھا مگر اب ہم میں نہیں ہے

لب لبک شیشہ تہذیب حاضر ہے مئے لاسے
گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم!
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ لا الہ (بال جبریل)
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ
گذرا اس عہد میں ممکن نہیں بے چرب کلیم!

آج کا مسلمان اور توحید اور نکتہ توحید

زندہ قوت تھی جہاں میں ہی توحید کبھی
روشن اس صوفیے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہ علم کلام (درب کلیم)
خود مسلمان سے ہے پوشیدہ مسلمان کا مقام

میں نے اے میرے تیرے دیکھی ہے
 آہ اس راز سے واقف ہے نہ تمنا نہ نغمہ
 بیان میں نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
 خودی سے اس ظلم رنگ دلو توڑ سکتے ہیں
 اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
 تری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
 مسلمان ہے توحید میں گرجو رش
 تمدن تصوف شریعت کلام
 زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا حاصل
 کنویں میں تو نے یوسف کر دیکھا بھی تو کیا کیا
 اے مسلمان اپنے دل سے پوچھ ملّا سے نہ پوچھ

قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام (مزید)
 وحدت افکار کی بے حد کردار ہے خام
 ترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے !
 یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا (بال جبریل)
 گفار دلبرانہ، کردار قہرانا
 کھریا گیا ہے تیرا جذب قلندرانا
 مگر دل ابھی تک ہے زنا پر پوش
 بتاں عجم کے بچاری تمام
 بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے (باغک)
 ارے خاں جو مطلق تھا مقید کر دیا تو نے
 ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں حرم !

عبادت اذان نماز حج اور طواف

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے

اے بے خبر! بڑا کی تمنا بھی چھوڑ دے

(باغک دا)

اذان

اک رات ستاروں سے کہا بخم سحر نے
 کہنے لگا مریخ ادا غم ہے تقدیر
 نہ ہر نے کہا اور کوئی بات نہیں کیا؟
 بولا میرے کامل کہ وہ کو کب ہے زمینی !
 واقف ہو اگر لذت بیداری شب سے
 آغوش میں اسکی وہ تجلی ہے کہ بس میں
 آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار (بال جبریل)
 ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار
 اس کو مک شب کو رہے کیا ہم کو بھر و کار
 تم شب کو نمودار وہ دن کو نمودار !
 ادب ہی ہے شریا سے بھی یہ خاک پر اسرار
 کھویا میں جسے افلاک کے سب ثابت و دیار

ناگاہ فضا بانگ اذان سے ہوئی لریز
وہ نعرہ کہ اہل جات ہے جس سے دل کہار
(بال جبریل)

سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذان میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رشتہ سیما
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں (بانگ)

تیری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
ہے میری بانگ اذان میں نہ بلندی نہ شکوہ
الفاظ و معانی میں تفادت نہیں لیکن
پرداز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
رہ گئی رسم اذان، روح بلالی نہ رہی
کانوں پہ ہونہ مرے دیر و حرم کا احساں
دیدہ انجم میں ہے تیری زمیں آسمان
تیری اذان میں نہیں ہے میری سحر کا پیام (فرید کلیم)
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا سجدہ
ملا کی اذان اور مجاہد کی اذان اور (بال جبریل)
گر گس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی (بانگ)
رد زن ہی تھو نیڑی کا مجھ کو سحر نما ہو
آہ کہ صدیوں سے ہے تیری فضا بے اذان (بال جبریل)

یہ سحر جو کبھی فردا ہے کبھی ہے امروز
وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
نہیں معلوم کہ ہوتی ہے کہلا سے پیدا (فرید کلیم)
ہوتی ہے بندہ مومن کی اذان سے پیدا

یہ کہ وہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیش نظر کل تو فرشتوں کی اذانیں (بال جبریل)

وضو، نالہ اور دعا

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا میرا دھڑ ہونا میری دعا ہو (بانگ)

نماز

ذبح ہونا کو پتہ الفت میں ہے ان کی نماز
وہی سجدہ ہے لایق اہتمام
ہے صد انجیر کی گویا اذان اہل درد (بانگ)
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

اگرچہ پیر ہے آدمؑ جواں میں لا دمنات (فریادِ کلیم)
 ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات
 جس کی تکبیر میں ہو محرکہ بود و بنود!
 بے تب و تاب دروں میری صلوٰۃ اور درود!
 کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلمان کا سجود؟
 تری اذان میں نہیں ہے مری سحر کا پیام!
 کہ ہے قیام سے خالی تری نماز اب تک!
 خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی
 یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب قیام آیا (دبالی حشر علی)
 ان کی فطرت کا تقاضا ہے نماز بے قیام (دارمغان)
 ہو گئی ہے اس سے اب نا آشنا تیری سببیں (بانگ درا)
 تو بھی نمازی، میں بھی نمازی! (دبالی حشر علی)
 یہ سب باقی ہیں تری بات نہیں ہے!
 ایسی نماز سے گذر، ایسے امام سے گذر!
 اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب!
 کہ جذب اندر دل باقی نہیں ہے
 اس کو میسر نہیں سوز و گدازِ سجود!
 دل میں صلوٰۃ و درود لب پہ صلوٰۃ و درود
 اس کو کیا سمجھیں یہ بے چارے دو رکعت کے امام
 من پانا پرانا پانی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا (بانگ درا)
 ترال تو ہے ضم آشنا تجھے کیا ملے گا نمازیں
 ہے ان کی نمازوں سے محراب ترش ابرو! (فریادِ کلیم)
 زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب (بانگ درا)
 پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا غریب
 زندہ ہے ملت بیضا غربا کے دم سے

بدل کے بھیس پھرتے ہیں ہر زمانے میں
 یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
 ہے تری شاں کے شایاں اسی مومن کی نماز
 اب کہاں میرے نفس میں وہ حرارہ و گداز
 ہے میری مانگ اذان میں نہ بلندی نہ شکوہ
 تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
 ترا نیاز نہیں آشنائے نماز اب تک!
 مثال ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
 یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ سجود
 ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدس میں سجود
 وہ نشاںِ سجود جو روشن تھا کوکب کی طرح
 دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
 نماز و روزہ و قسربانی درج
 ترا امام بے حضور، تیری نماز بے درود
 وہ سجدہ روحِ زمیں جس کا پ جاتی تھی
 صفیں کج دل پریشاںِ سجدہ بے ذوق
 پیکر نوری کہ ہے سجدہ میسر تو کیا
 کافر ہندی ہوں میں دیکھو میرا ذوق و شوق
 قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
 مسجد تو بنادی شب بھر میں یان کی حرارتِ دل
 جو میں سر بسجود ہوا کہیں تو زمیں کے گئے گی صدا
 اے شیخ امیروں کو مسجد سے نکلوا دے
 جا کے ہوتے ہیں ساجد میں صفا آرا تو غریب
 نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
 امرائے دولت میں ہیں غافل ہم سے

مسجد میں مرتبہ خواہیں کہ نمازی نہ رہے یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے (بانگ درا)

غلاموں کی نماز

کہا مجاہدِ ترکی نے مجھ سے بعد نماز
 وہ سادہ مردِ مجاہد، وہ مومنِ آزاد
 ہزار کام میں مردانِ حُر کو دنیا میں
 انہیں کے ذوقِ عمل سے ہیں امتوں کے نظام
 بدنِ غلام کا سوزِ عمل سے ہے محروم
 کہ ہے مردِ غلاموں کے روزِ شبِ حرام
 طویلِ سجدہ اگر ہیں تو کیا تعجب ہے
 درائے سجدہ غریبوں کو اور کیا ہے کام

خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو

وہ سجدہ جس میں ہے ملت کی زندگی کا پیام

دگرگوں عالمِ شام و سحر کہ ۶ جہانِ خشک و تر زیرِ وزیر کر
 رہے تیری خدائی داغ سے پاک ۶ مرے بے ذوقِ سجدوں سے حذر کر

نورِ درِ صوم و صلوٰۃ اذ نمازند جلوہ در کائنات اذ نماید

ترجمہ :- ان کی (آبا کی) نماز اور روزے میں نور تھا اب ہم میں نہیں ہے

(آبا) کی نماز اور روزے میں جلوہ تھا اب نہیں ہے۔

روح چوں رفت از صلوٰۃ و از عیام فردنا ہمار و ملت بے نظام

ترجمہ :- جب نماز اور روزے کی روح نکل گئی تو فردِ منتشر ہو گئے

اور جماعت (قوم) غیر منظم اور منتشر ہو گئی۔

دل بے قید من بانور ایمان کا فزی کردہ حرمِ راسخہ آدرہ بتانِ راجا کردی کردہ (زورِ محرم)

ترجمہ :- میرا دل جو قید و بند سے آزاد بنا ہوا ہے ایمان کے نور سے کفر کیا

ہوا ہے۔ کعبہ میں سجدہ کرتا اور نوکری بتوں کی کرتا ہے۔

سجود سے وہ کہ از سوزِ سرورش لوجد آدم زمین و آسمان را داد

ترجمہ :- مجھے ایسا سجدہ عطا فرما کہ اس سجدہ کے سوز و سرور سے زمین و

آسمان کو میں وجد میں لاسکوں۔

بگیر از من کہ برین بارفروش است ثواب این نماز سے بے حضورے (ارغاجان)
ترجمہ :- یہ نماز مجھ سے تو لے لے کہ یہ میرے کاندھے پر بوجھ ہے۔

بے حضور ہی قلب کے ساتھ نماز کا ثواب ہی کیا ہے۔

در کف مسلم مثال خنجر است قاتل فحشاء و بغی منکر است

ترجمہ :- نماز مسلم کے ہاتھ میں خنجر کی مانند ہے جو فحش کاموں اور منکرات کو قتل کر دیتی ہے۔

لذالہ باشد صدف گوہر نماز قلب مسلم راجح اصغر نماز (دراغاجان)

ترجمہ :- لذلہ اذ اللہ سیپ ہے اور نماز موتی ہے اور مسلمان کے دل کے لئے نماز جھوٹا سچ ہے۔

اں یکے اندر سجود این در قیام کار و بارش چوں صلوة بے امام (ذیل ترجمہ)

ترجمہ :- ایک سجدہ میں اور دوسرے قیام میں غلاموں کے کار و بار تمام بغیر امام کی نماز کی طرح ہوتے ہیں۔

طواف و حج روزہ و زکوٰۃ

ہے طواف و حج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے نیام (ارغاجان)

یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے (بالجبریل)

میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

بہتر ہے چراغ حرم و دیر بچھا دو!

پیران کلیا کو کلیا سے اٹھا دو!

جہاں تمام سواد حرم ہوا مجھ کو (باگنگ)

تم ہی کہہ دو یہی آئین وفا داری ہے

کہ جبرئیل امینؑ راہم خبر نیست (ارغاجان)

نماز و روزہ تیر بانی و حج

میں ناخوش دبیز اہل مہر کی سلوک

حق را بے سجدے منہاں رابطو افے

کیوں خالق و مخلوق میں حال رہیں پردے

پیام سجدہ کا یہ زیر بم ہوا مجھ کو

طلح آزاد پر قید و قفل بھاری ہے

میان ما و بیت اللہ رمز نیست

ترجمہ :- ہمارے اور کعبہ کے درمیان ایک ایسا راز ہے کہ جس کی خبر

جبرئیل امینؑ کو بھی نہیں ہے۔

حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست طواف اطراف بام و در نیست (دارغاجانا)
 عجمہ: کعبہ قلب و نظر کے قبلہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔
 کعبہ کا طواف کسی گھر اور دروازہ کا طواف نہیں۔

منومان و انطرت افروز است حج ہجرت آموز و وطن سوز است حج (امراغوی)
 عجمہ:- حج مسلمانوں کی فطرت کو روشن کرنے والا اور ترک وطن ہجرت کا
 سبق دینے والا ہے۔

حب دولت رافا سازد زکواة ہم مساوات آشنا سازد زکواة
 عجمہ: زکواة دولت کی محبت کو نابود کر دیتی ہے اور سب کو مساوات
 سے آشنا کر دیتی ہے۔

روزہ بر جوع و عطش شبنوں زند خیمہ تن پردری راب شکند
 عجمہ:- روزہ بھوک پیاس پر شبنوں مارتا ہے اور تن پردری کے
 قلعہ کو توڑ دیتا ہے۔

آج کا مسلمان چہلاد اور مجاہد

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا رگر (فرید کلیم)
 لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟ مسجد میں اب یہ دغظ ہے بے سود بے اثر
 تیغ و تنگ دست مسلمان میں ہے کہاں ہو بھی تو دل میں موت کی لذت سے بے خبر! (فرید کلیم)
 کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت امزہ؟
 تعلیم اس کو چاہیے ترک جہاد کی دنیا کو جس کے پنجہ خونیں سے ہو خطر
 باطل کے فال و فری حفاقت کے واسطے یورپ زدہ میں ڈوب گیا دانش تا کمر!
 ہم بوجھتے ہیں شیخ کیسا نواز سے مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں آگ شر
 حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا بات

اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

جہاد کی اہمیت

ہے زندہ فقط وحدتِ ازکار سے ملت
وحدت کی حفاظت نہیں بے قوت بازو
اسے مرد خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
سکینی و محکومی دلوں میں جادید
وحدت ہونا جس سے وہ الہام بھی الہام
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خدا داد
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد
جس کا مہِ تصوف ہوں اسلام کا ایجاد

مُلا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں پہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

(ضربِ کلیم)

آزادی شمشیر کے اعلان پر

سوچا بھی ہے اے مردِ مسلمان کبھی تو نے
اس بیت کا یہ مصرعِ اول ہے کہ جس میں
ہے فکرِ مجھے مصرعِ ثانی کی زیادہ
قبضے میں یہ تلوار بھی آج ملے تو مومن
کیا چیز ہے فولاد کی شمشیرِ جگر دار (ضربِ کلیم)
پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے اسرار!
اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار!
یا فالِ لہ جان باز ہے حیدرِ کرار!

جب تک نہ زندگی کے حقائق پر نظر
بر زورِ دست و ضربتِ کاری گاہے نفاق
خونِ دل و جگر سے ہے سرمایہ حیات
تیرا از حاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ
میدانِ جنگ میں نہ طلب کر تو اے جنگ
فطرتِ ہو ترنگ ہے غافلِ ابدِ بلِ ترنگ

اسی قرآن میں ہے اب ترکِ جہاں کی تعلیم
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناتقص ہے کتاب
لادیں ہو تو زہرِ ہلاک سے بھی بڑھ کر
جس نے مومن کو بنایا مدد پر دیں کا امیر
حق نہیں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر
کہ کھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق
ہو دین کی حفاظت میں تو ہر زہرِ کھریاک!
بہانہ بے عملی کا بنی شرابِ است
مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں

وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ایسی کوئی دنیا نہیں افلاک کے نیچے
بہتر ہے کہ شیر دل کو سکھا دیں ہم آنسو
کس کی نو میدی پہ جغت ہے یہ فرمانِ جدید؟
کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھر دوسر
خود آگاہی نے سکھا دی ہے جس کو تنِ فردشی
دُنیا کو ہے پھر محرک روح بدنِ بیش
اللہ کو یا مردیٰ مومن پہ بھر دوسا
درجہا دو حج نماں از واجبات
رجہ: جب جہاد اور حج نا واجب نامناسب سمجھے گئے تو نماز اور روزے کے جسم سے
جان نکل گئی۔

گر نہ گر در حق ز تیغ مایلد
زجہ: اگر ہماری تلوار صداقت حق و انصاف کے لئے بلند نہ ہو تو پھر جنگ
قوم کے حق میں نامبارک اور مصیبت ثابت ہوتی ہے۔
تیغ ہر عزت دین است و بس مقصد او حفظِ آئین است و بس
رجہ: تلوار کا استعمال تو دین کی عزت و حرمت کے لئے ہوتا ہے۔
اس کا مقصد قانون و دستور کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے اس کے سوا نہیں۔
دروںِ خویش بنگر آں جہاں آرا کہ تخلص در دلِ فاروق کشند
رجہ: اس جہاں کو اپنے اندر دیکھ جس کا بیج عمر فاروقؓ کے دل میں بویا گیا
(فتوحاتِ عمر فاروقؓ کی طرف اشارہ)
آں عزم بلند آدر آں سوز جگر آدر شمشیرِ پدرِ خواہی باز دے پدر آدر (پہا بیکرد)
جہ: اگر اسلاف کی تلوار چاہتا ہے تو اسلاف کا ساسوز جگر اور عزم بلند پیدا کر۔
جہا نیگری بخاک ما سرشتند امامت در جبین ما جو شتند
رجہ: دنیا پر قبضہ کرنا ہماری خاک کی سرشت اور دنیا کی امامت کرنا ہماری
تقدیر میں لکھا ہے۔

مسلمانانِ عالم اور انکی تباہی بیماریا

متاعِ دین و دانش کٹ گئی اللہ والوں کی
وہی دیرینہ بیماری اُدھی نامحکمی دل کی
حرم کے دل میں سوز آرزو پیدا نہیں ہوتا
نہ اٹھا بھر کئی درمی عجم کے لالہ زاروں سے
خرد کی تنگ دامانی سے زیاد
گوارا ہے اسے نظارہ غیر
خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے
کہا اقبال نے شیخِ حرم سے
نہ مسجد کی دیواروں سے آئی
کہیں مہنگا مہ بٹے آرزو سرد
بتوں کو میری لاڈینی مبارک
ترے دریا میں طوفان کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوہ تقدیرِ یزدان
ابلیس کی زبان سے :

یہ الہیات کے ترشے ہوئے لاتِ منا
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دین
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے مومن یقین
یہ کتاب واللہ کی تادیلات میں الجھار ہے
پختہ ترکِ دو مزاج خانقاہی میں اسے
کیا مسلمانوں کیلئے کافی نہیں اس در میں
جانتا ہوں میں یہ امتِ حاملِ قرآن نہیں
اس سے بڑھ کر ادیکھا فکر و عمل کا انقلاب
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ آئیں تو زب
ہے یہی بہتر الہیات میں الجھا ہے
مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے

آوازِ غیب - آہِ بد نصیب مسلمان !

آتی ہے دمِ صبحِ صدا عرشِ بریں سے
کھویا گیا کس طرح ترا جو ہر ادراک سے

کس طرح ہوا کند ترا شتر تحقیق ؟
 ہوتے نہیں کیوں تجھ سے سدا کی جگہ جاک (ارٹھما جاک)
 تو ظاہر دیا ملن کی خلافت کا سزا دار
 کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک ؟
 مہر دمہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں ؟
 کیوں تیری نگاہوں سے لڑتے ہیں انلاک ؟
 اب تک ہے رواں گرجہ لہو تری دگوں میں
 نے گری انکار نہ اندیشہ بے باک
 روشن تو رہتی ہے جہاں میں نہیں ہوتی
 جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہے نگہ پاک

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری

اے کشتہ سلطانی دملائی دپیری

مسلمان ہند کو من مانے آزادی مذہب

ہے کس کی یہ ہزات کہ مسلمان کو ٹوکے
 حریت انکار کی نعمت ہے خدا داد (ضر فیکلم)
 چاہے تو کرے کیجے کو آتش کہہ پارس
 چاہے تو کرے اس میں فرنگی ہنس آباد
 قرآن کو باز یچہ تا دلی بنا کر
 چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
 ہے مملکت ہند میں اک طرفہ تماشا
 اسلام ہے عجوبہ مسلمان ہے آزاد
 نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
 ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی

اسلامی ممالک کے مقامات اور پایہ تخت کی ویرانیاں اور علامہ اقبال کی چمکیا

دہلی و بغداد

سرزمینِ دہلی کی مسجدِ دل غم دیدہ ہے
 زرے زرے میں لہو اسلاف کا خوابیدہ ہے (بانگِ دہلی)
 پاک اس اجڑے ملکستان کی نہ ہو کیوں کز زمین
 خافقہ عظمتِ اسلام ہے یہ سرزمین
 سوتے ہیں اس خاک میں خیرالام کے تاجدار
 نظمِ عالم کا دیا جن کی حکومت پر مدار
 دل کو تر پاتی ہے اب تک گری مغل کی یاد
 جل چکا حائل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد
 ہے زیارت گاہِ مسلم گرجہاں آباد بھی
 اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی
 یہ چین وہ ہے کہ تھا جکے لئے سامانِ ناز
 لالہ صحرا جسے کہتے ہیں تہذیبِ حجاز
 خاک اس بستی کی ہو کیوں کرنہ ہمدوش ارم
 جس نے دیکھے جانشینانِ پیغمبر کے قدم

جس کے غنچے تھے چین سماں وہ گلشن ہے یہی
کانپتا تھا جن سے رومان کا من ہے یہی

۱۹۲۸ء میں علامہ اقبال قلعہ گوکمندہ اور قطب شاہی گنبد بنی بکھ کرے جن

کیا یہی ہے ان شہنشاہوں کی عظمت کا مال
جن کی تدبیر جہاں بنانی سے ڈرتا تھا زوال (ہنگام)
قبر کی نفلت میں ہے ان آفتابوں کی چمک
جن کے دروازوں پر رہتا تھا اجیس گستر فلک
مصر و بابل مٹ گئے باقی نشانی تک بھی نہیں
دفتر ہستی میں ان کی داستاں تک بھی نہیں
آدبایا مہر ایران کو اجل کی شام نے
عظمت یوناں و روم لوٹ لی ایام نے
آہ! مسلم بھی زمین سے یونہی رخصت ہوا

آسمان سے ایر آزادی اٹھا، برسا، گیا
اشکباری کے بہانے میں یہ اجڑے بام و در
گرے پیہم سے بینا ہے ہماری چشم تر
آخری بادل ہیں اک گذرے ہوئے طوفان کے ہم
ہیں ابھی صد ہا گہرا اس ایر کی آغوش میں
برق ابھی باقی ہے اسکے سینہ خاموش میں

خطہ قسطنطنیہ

خطہ قسطنطنیہ یعنی قیصر کا دیار
مہدی امت کی سطوت کا نشانِ پایدار
صورتِ خاکِ حرمِ یہ سرزمین بھی پاک ہے
آستانِ مسند آرائے شہِ لولاک ہے
نکبتِ گل کی طرح پاکیزہ ہے اس کی ہوا
تربتِ الوب انصاری سے آتی ہے صدا
اے مسلمان ملتِ اسلام کا دل ہے یہ شہر!
سینکڑوں صدیوں کی کشتِ دُخون کا حال ہے یہ شہر!

زمین قرطبہ

ہے زمین قرطبہ بھی دیدہ مسلم کا نور
ظلمتِ مغرب میں جو روشن تھی شمعِ طور
بجھ کے بزمِ ملتِ بیضا پریشانی کر گئی
اور دیا تہذیبِ حاضر کا فروزاں کر گئی

قبر اس تہذیب کی یہ سرزمین پاک ہے
اس سے تاکِ گلشنِ یورپ کی رگِ نمناک ہے

صقلیہ (جزیرہٴ سسلی)

لے اب دل کھول کر لے دیدہٴ خوننا بہ بار ! وہ نظر آتے تھے تہذیبِ حجازی کا مزار ! (بانگِ ڈاک)
یہاں ہنگامہ ان صحرائِ شنوں کا کبھی بحر بازی گاہ تھا جن کے سفینوں کا کبھی
زلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے بجلیوں کے آشیلے جن کی تلواروں میں تھے
جہاں تازہ کا پیغام تھا جن کا ظہور کھا گئی عصر کہن کو جن کی تیغِ ناصبور
یہ عالم زندہ جن کی شورشِ تم سے ہوا آدمی آزاد زنجیر تو ہم سے ہوا
غفلتوں سے جبکہ لذت گیر اب تک گوش ہے

کیا وہ تکبیر اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے
ہا اے سسلی ! سندر کی ہے تجھ سے آواز رہنما کی طرح اس پانی کے صحر میں ہے تو
یہاں ترے حال سے زحار دریا کو رہے تیری شمعوں سے تسلی بحرِ پیماکو رہے
رہسبک چشمِ مسافر پر ترا منظرِ مدام موجِ رقصاں تیرے ساحل کی چٹانوں پر بدام

تو سمجھی اس قدم کی تہذیب کا گہوارہ تھا
حسنِ عالم سوز جن کا آتشِ نظارہ تھا

لہکش شیراز کا بیل ہوا بغداد پر داغ رویا خوں کے آنسو جہاں آباد پر
سماں نے دلتِ غرناطہ جب برباد کی این بدروں کے دلِ ناشاد نے فریاد کی
غمِ نصیبِ اقبال کو بخش گیا ملامت ترا
چین لیا تقدیر نے وہ دل کہ تھا محرم ترا

ہے ترے آثار میں پوشیدہ کس کی داستان ؟ تیرے ساحل کی خموشی میں ہے اندازِ بیاں
رد اپنا مجھ سے کہہ میں بھی سراپا درہوں جس کی تو منزل تھا میں اس کا داں کی گردہوں
ننگِ تصویر کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے قصہٴ ایامِ سلف کا کہہ کے تر پادے مجھے

میں ترا تحفہ سوئے ہندوستان لیجاؤں گا
خود یہاں رہتا ہوں اوریں کو وہاں رہاؤں گا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

اے نوجوانِ اسلام! دیکھو ہمارے اسلاف تھے مومن

— اور ہم اور تم ؟

بکھی اے نوجوانِ مسلم! تدبیر بھی کیا تو نے
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
تہذیبِ آفریں خلاقِ آئینِ جہاں داری
سماںِ الفقرِ تحریرِ کارِ ہاشاںِ امارت میں
گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور تھے
غرض کیا کہوں تجھ سے کہ دھمکانیں کیا تھے
اگر چاہوں تو نقشہ بکھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
حکومت کا تو کیا روزِ ناکہ وہ اک عارضی شے تھی
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آبا کی

”غنی روزِ سیاہ بیرکنغاں را تماشا کن

کہ نورِ دیدہ اس روشن کند چشم زینجارا“